خواتین اور دوشیزاؤں کیلئے اپنی طرز کا پہلا ماہنامہ

خواتین ڈائجسٹ

جولائی 2026



Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

www.novelsjahan.com

ضحیٰ مصطفیٰ

میں سنڈریلا نہیں ہوں

وہ ساکت و جامد بیٹھی بند دروازے کو کسی بے جان مورت کی طرح گھور رہی تھی، جہاں سے ابھی اس کا شوہر اپنے ترکش کے نوکیلے، زہر آلود الفاظ کے تیر اس کے دل میں پیوست کر کے جا چکا تھا۔ اس کا پہلے سے چھلنی دل اب ان نئی ضربوں سے مزید لہولہان ہوا تھا۔

کمرے میں پھیلی مہیب خاموشی اب ان زخموں پر نمک چھڑک رہی تھی۔ اس نے کرب سے آنکھیں موندیں، تو گرم سیال پلکوں کی باڑ توڑتے ہوئے رخسار کو بھگونے لگا۔ یادداشت کے پردے پر اپنی پرانی زندگی کی فلم چلنے لگی تو لب خود بہ خود تھوڑے سے پھیلے، مگر جیسے ہی اپنی نادانیاں اور خود غرضیاں یاد آئیں، وہ ہلکی سی مسکراہٹ فوراً ہی معدوم ہوگئی۔ کسی اور سے چھینی گئی وہ بظاہر 'جنت'، آج اس کے لیے جہنم کے در وا کر چکی تھی۔ اب شاید عمر بھر اس آگ میں جلنا ہی اس کا نصیب بن چکا تھا۔

پہلے ان نوکیلے الفاظ کا نشانہ کوئی اور تھی اور اب وہ خود اس کی زد میں تھی۔ اسے اپنی اس بے مایہ بے دقوفی پر ماتم کرنے اور بین ڈالنے کو جی چاہ رہا تھا۔ وہ چاہ کر بھی ان تضحیک آمیز لفظوں کی عادی نہیں ہو پا رہی تھی۔

"تو تم جیت گئیں امامہ حسن۔۔۔ تم جیت گئیں!"

ذہن کی خالی اسکرین پر امامہ کے وہی الفاظ دوبارہ تحریر ہوئے، جو اس نے کتنے سرد، سپاٹ اور بے نیاز لہجے میں کہے تھے۔

"میں سنڈریلا نہیں ہوں!"

اس کے دل سے ہوک سی اٹھی۔ اس کو پچھتاووں کے ناگ ڈسنے لگے تھے۔ "تم نے غلط کہا تھا امامہ۔" وہ بڑبڑائی۔ "تم ہی تو اصلی سنڈریلا ہو، کیونکہ۔۔۔"

انسان بھی کتنا عجیب ہے، جب اپنی لگائی آگ میں دوسروں کو جلتا دیکھتا ہے تو تسکین کی ٹھنڈی سانسیں لیتا ہے، لیکن جب اسی آگ کی تپش اس کے اپنے وجود کو جھلسانے لگتی ہے تو پھر وہ اپنی قسمت کو کوسنے لگتا ہے۔

☆☆☆

سورج کی آخری لالی افق کے سرد ہوتے ہوئے پانیوں میں غرق ہوئی، تو کائنات نے خاموشی کی چادر اوڑھ لی۔ دیکھتے ہی دیکھتے، آسمان کی نیلگوں وسعتوں پر سیاہی مائل نیلا رنگ غالب آنے لگا اور ستارے کسی کالی قبا پر جڑے ہوئے ہیروں کی طرح جھلملانے لگے تھے۔

کمرے میں نیم اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھا ایک چھوٹا سا بلب مدھم زرد روشنی بکھیر رہا تھا۔ باہر رات اپنے سیاہ آنچل کو پوری طرح پھیلا چکی تھی۔

بیڈ پر لیٹی وہ ننھی سی جان اپنی ماں کے بازو پر سر رکھے سکون سے سمٹی ہوئی تھی۔ اس کی ماں آہستہ آہستہ اس کے ریشمی بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی اور دھیمے لہجے میں اسے کہانی سنا رہی تھی۔ کمرے میں پھیلی نیم تاریکی اور باہر رات کا گہرا ہوتا سناٹا اس لمحے کو مزید دلکش بنا رہا تھا۔

"پھر آخر کار شہزادہ سنڈریلا تک پہنچ گیا، اور

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

جیسے ہی اس نے جوتا پہنا، وہ بالکل فٹ آ گیا۔ تب شہزادے کو یقین ہو گیا کہ وہی اس کی اصل شہزادی ہے... اور پھر اس نے سنڈریلا سے شادی کر لی۔ اور وہ دونوں ہمیشہ کے لیے ہنسی خوشی رہنے لگے۔"

اس کی ماں نے بڑی محبت سے اس کے سر پر بوسہ دیا۔ پہلے سے اوڑھی ہوئی نرم چادر اس کے کندھوں تک مزید کھینچی تاکہ وہ رات کی خنکی سے محفوظ رہ سکے۔

"چلو اب کہانی ختم ہوئی۔ اب جلدی سے سو جاؤ، صبح اسکول بھی جانا ہے۔" اس کی ماں نے اس کی پیشانی سہلاتے ہوئے اسے نیند کی وادی میں دھکیلنا چاہا۔ مگر اس ننھی جان کے ذہن میں تو کچھ اور ہی الجھنیں پل رہی تھیں۔ وہ کروٹ بدل کر اپنی ماں کے چہرے کی جانب متوجہ ہوئی۔

"مما! اگر سنڈریلا کا جوتا اس کی کسی بہن کو پورا آ جاتا، تو کیا شہزادہ اس کی بہن سے شادی کر لیتا؟" اس کی ماں نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"بیٹا! وہ سنڈریلا کا جادوئی جوتا تھا، اس کی بہنوں کے پیروں میں کیسے پورا آتا؟" مگر وہ اپنے اسی سوال پر بضد تھی۔ اس کی معصومیت میں ایک عجیب سا منطقی تجسس تھا۔

"لیکن مما! اگر... اگر پورا آ جاتا تو پھر؟" اس نے ایک گہرا سانس لیا اور مسکراتے ہوئے اسے اپنی آغوش میں مزید سمیٹ لیا۔

"تو پھر کیا؟ شہزادہ اس سے شادی کر لیتا۔" اس بچی کی پیشانی پر ہلکے سے بل پڑ گئے۔

اسے وہ شہزادہ بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ وہ سنڈریلا کو پہچان کیوں نہ سکا؟ جوتا تو کسی کو بھی پورا آ سکتا تھا۔ اس کے اور دنیزہ کے جوتے کا سائز بھی تو ایک جیسا تھا۔ اسے سنڈریلا کی شکل پہلے ہی دیکھ لینی چاہیے تھی۔ یا پھر کوئی ایسی نشانی رکھتا، جو صرف اس کی مخصوص ہوتی۔

"ماما۔۔۔" وہ پھر کوئی سوال کرنے لگی تھی۔

"اب مزید سوال اپنے ہاما سے کرنا... اور اب اچھے بچوں کی طرح سو جاؤ۔ مجھے صبح اٹھ کر تمہاری سالگرہ کی تیاریاں بھی کرنی ہیں۔ تمہاری وہ سنڈریلا والی ڈریس بھی عزیز کی امی کے گھر سے لانی ہے... سو، نو مور کوئسچنز۔" وہ کہتے ہوئے اس کی پیٹھ ہلکے ہلکے تھپتھپانے لگی۔

"آپ سے اسٹوری سننے کا بالکل بھی مزہ نہیں آتا... میں ہاما سے کہوں گی وہ آفس سے جلدی آیا کریں۔" وہ ناراضی سے کہتی ہوئی کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ اسے ابھی مزید سوال کرنے تھے۔ اور پھر اپنی سالگرہ کی باتیں کرنی تھی۔ اس کی ماں کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئی۔ اس نے نرمی سے اس کی کمر پر انگلیاں چلاتے ہوئے ہلکی سی گدگدی کی۔

"اوہ... میری ضدی سی بیٹی!" وہ بے اختیار ہنس پڑی، اور ہنستے ہنستے اپنی ماں کی طرف منہ کر لیا۔ اس کی ماں نے اسے اپنے قریب کھینچا اور اس کے گال پر بوسہ دیا۔

"چلو اب بس... آنکھیں بند کرو۔" اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے آہستہ سے سر ماں کے سینے سے لگا لیا۔ کچھ ہی لمحوں میں اس کی سانسیں مدھم ہونے لگیں... اور وہ نیند کی گہری وادی میں اتر گئی۔

اس کی ماں نے سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھایا۔ رات کے دس بج رہے تھے۔ اس وقت تو اس کے شوہر کو آ جانا چاہیے تھا۔ اس نے بے چینی سے اس کا نمبر ملایا، مگر موبائل ابھی بھی ناٹ ریچ ایبل جا رہا تھا۔

اس نے ایک بار پھر کال ملائی... اس بار بھی وہی جواب، ناٹ ریچ ایبل۔ اس کے ماتھے پر ہلکی سی شکن ابھری۔ وہ چند لمحے موبائل کو گھورتی رہی اور پھر خاموشی سے آنکھیں موند گئی۔ کھڑکی سے جھانکتا چاند اس کی بے خبری پر ہنس دیا۔

☆☆☆

کچھ دیر کی مسافت کے بعد، گاڑی شہر کے ایک پُرشکوہ اور پوش علاقے میں داخل ہوئی اور پھر ایک پُرتعیش اپارٹمنٹ کے سامنے جا رکی۔ انجن خاموش ہوا تو ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھلا۔ وہ اپنی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور پھر دوسری جانب جا کر پسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا۔

رمشا، ونیزہ کا ہاتھ تھامے باہر نکلی۔ اس نے پچھلی سیٹ سے شاپنگ بیگز نکال کر رمشا کی طرف بڑھائے اور پھر جھک کر بڑی محبت سے ونیزہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

وہ اس کے حسن انکل تھے، اس کے مرحوم والد کے جگری یار اور امامہ کے والد تھے۔ دو سال قبل جب ونیزہ کے سر سے باپ کا سایہ اٹھا، تو وہ حسن اور مہر ماہ ہی تھے جنہوں نے انہیں ٹوٹنے نہیں دیا اور ہر قدم پر ان کی اخلاقی اور جذباتی ڈھال بنے رہے۔ یوں تو ان کا آنا جانا ہمیشہ سے تھا، امامہ اور ونیزہ کی دوستی بھی پرانی تھی، مگر گزشتہ کچھ ماہ سے حسن کے چکر کچھ زیادہ ہی بڑھ گئے تھے۔ کچھ تو تھا جو ان کے درمیان بدل چکا تھا۔

"شکریہ حسن!" رمشا نے بیگز تھامتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔ "اندر نہیں آئیں گے کیا؟"

حسن کے لبوں پر ایک پرشکوہ مسکراہٹ رینگ گئی۔ وہ ایک لمحے کو رکا، پھر نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں، اب اجازت دو۔ پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے، مہر بھی انتظار کر رہی ہوگی۔ کل ملاقات ہوتی ہے۔" یہ کہہ کر وہ دوبارہ گاڑی کی طرف مڑا، دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ انجن کی گونج فضا میں ابھری اور چند لمحوں میں گاڑی سڑک کے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ رمشا ونیزہ کے ساتھ اپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

شام کا وقت تھا، سورج کی گلابی مائل کرنیں افق کی وسعتوں پر اپنا آخری جادو بکھیر رہی تھیں۔ آسمان کا نیلاہٹ مائل رنگ اب نارنجی اور سنہری رنگوں میں ڈھل کر ایک عجیب سی دل آویزی پیدا کر رہا تھا۔ ایسے میں گھر کے بیرونی رخ پر لگتی بوگن ویلیا کی بیلیں، جن پر کھلے شوخ گلابی پھول شام کی اس مدھم روشنی میں اور بھی گہرے دکھائی دے رہے تھے،

ہوا کے دوش پر ہلکے سے لہرا رہی تھیں۔

اندر لاؤنج کا منظر کسی خواب سے کم نہ تھا۔ امامہ کی آٹھویں سالگرہ کے لیے پورے ہال کو 'سنڈریلا تھیم' کے مطابق کسی جادوئی محل میں بدل دیا گیا تھا۔ نیلے اور چاندی رنگ کے غباروں، جھلملاتی فیری لائٹس اور شیشے جیسے شفاف پردوں نے فضا کو طلسماتی بنا دیا تھا۔ مرکزِ نگاہ وہ 'ڈھلی شنز' کیک تھا جس کے اوپر سجا ننھا سا شیشے کا جوتا اور اس پر سنہری حروف میں لکھا ہندسہ '8' تقریب کی شان بڑھا رہا تھا۔

وہ سنڈریلا کے جادوئی روپ میں ڈھلی، مذیر کا ہاتھ تھامے پورے گھر میں کسی شوخ تتلی کی طرح چہکتی پھر رہی تھی۔ دوسری جانب مہر ماہ جب کمرے میں داخل ہوئی تو وہاں کا نقشہ ہی کچھ اور تھا۔ حسن کی چیزیں بیڈ پر بکھری پڑی تھیں۔

"حسن! مہمان آنے والے ہیں اور آپ ابھی تک باتھ روم میں ہی گھسے بیٹھے ہیں؟" اس نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے بکھرا ہوا سامان سمیٹنا شروع کیا۔

"کوئی حال نہیں آپ کا، کم از کم آفس کی فائلز تو جگہ پر رکھا کریں۔" اتوار کا دن ہونے کے باوجود حسن صبح سے دفتری کام میں الجھا ہوا تھا۔ اس نے سائیڈ ٹیبل سے فائلز اٹھائی اور انہیں اس کی آفس دراز میں رکھنے لگی۔ وہ بھی ویسی ہی بے ترتیب حالت میں تھی۔ اس نے جلدی سے وہ ساری فائلز نکالیں اور انہیں ترتیب سے رکھنے لگی۔

"ماما۔۔" امامہ کی پیچھے سے آنے والی آواز پر اس کے ہاتھ سے وہ سرخ فائل نیچے گری۔ اندر موجود کاغذات بکھر گئے تھے۔ وہ انہیں بے دھیانی میں اٹھانے لگی جب نظر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر پڑی۔ اس میں بڑے جلی حروف میں 'نکاح نامہ' لکھا ہوا تھا۔

وہ اسے دیکھنے لگی، جب حسن نے ہڑبڑاہٹ میں وہ کاغذ اس کے ہاتھ سے لیا (تقریباً چھینا تھا)۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اس کی چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔
"کیا ہوا؟ یہ کس کا نکاح نامہ ہے۔" مہر ماہ نے عام سے انداز میں پوچھا۔ حسن کاری ایکشن سمجھ سے باہر تھا۔ جواباً وہ کچھ کہنے والا تھا جب امامہ پھر کمرے میں داخل ہوئی۔
"بابا! آپ ابھی تک تیار نہیں ہوئے۔" اسے تولیہ گردن کے گرد لپیٹے دیکھ کر وہ ناراض ہوئی تھی۔
"میرے سارے فرینڈز آ گئے ہیں۔ جلدی سے باہر چلے۔ آنٹی رمشا بھی آ گئی ہیں۔ وہ آپ کا پوچھ رہی ہیں۔ بابا! آپ بھی جلدی سے تیار ہو جائیں۔" اس کا ارادہ ان دونوں کو ساتھ لے جانے کا لگ رہا تھا۔
"اچھا آپ چلو، میں آتی ہوں۔" وہ حسن سے بعد میں پوچھنے کا سوچ کر اس کے پیچھے چلی گئی۔ حسن بھی سکون کا سانس لیتے تیار ہونے لگا۔ دور کھڑی قسمت جیسے اس ڈراما کی موڑ پر خاموشی سے مسکرائی تھی۔

☆☆☆

تمام بچے لان میں لگے جھولے کے گرد جمع تھے، جب کہ ونیزہ خوشی خوشی جھولا جھول رہی تھی۔ امامہ کی پھپھو کی آمد کے بعد کیک کاٹنے کی تقریب ہونا تھی۔
"تمہارے شوز کتنے پیارے ہیں۔" ان بچوں میں سے کسی نے تعریف کی۔
"حسن انکل نے دلائے ہیں۔" وہ فخریہ بولی تھی۔
"بابا نے کب دلائے۔" امامہ بھی متوجہ ہوئی۔ حسن ان کو ایک جیسی چیزیں دلاتا تھا۔ وہ لوگ تو کب سے شاپنگ پہ نہیں گئے تھے۔ تو بابا نے کب اسے دلائے۔ اس نے اچٹتی سی نگاہ ان پر ڈالی۔ وہ سرخ رنگ کی سینڈل ہلاک ہیل بہت پیاری تھی۔
"کل انکل شام کو ہم مال گئے تھے تب انکل نے دلائے تھے۔ ہم نے بہت انجوائے کیا تھا۔ انکل نے ماما کو بھی شاپنگ کروائی تھی انکل نے مجھ سے پرومس کیا ہے کہ وہ میرے برتھ ڈے پر مجھے 'ایسا کافر اک دلائیں گے۔" ایسا اس کی لیورٹ تھی۔
"لیکن بابا تو کل شام آفس میں تھے۔" امامہ بولی تھی۔ ونیزہ کو خیالی پلاؤ پکانے کی عادت تھی، اور بعض اوقات وہ بڑھا چڑھا کر بات کرتی، بلکہ جھوٹ بھی بول دیتی تھی، اسی لیے امامہ نے اس کی بات پر یقین نہ کیا۔
"نہیں، وہ ہمارے ساتھ تھے۔" اس نے اپنی بات پر زور دیا۔ "میں تمہیں ابھی فوٹوز بھی دکھاتی ہوں جو ہم نے کل کلک کی تھیں۔"
امامہ منہ بسورے جھولے پر بیٹھ گئی۔ اس کے بابا اس سے جھوٹ کیوں بولیں۔ انہوں نے خود بتایا تھا کہ وہ کل آفس میں میٹنگ کی وجہ سے لیٹ آئیں گے۔ اس لیے وہ اسٹوری اپنی ماما سے سن لے۔ تھوڑی دیر گزری جب وہ اپنی ماما کا موبائل لے کر آئی اور وہ اب اسے تصویریں دکھا رہی تھی۔

☆☆☆

"بابا نے مجھ سے اور ماما سے جھوٹ بولا۔ ابھی جا کر ان سے پوچھتی ہوں۔ وہ تو کہتے ہیں اچھے بچے جھوٹ نہیں بولتے اب خود مجھ سے اور ماما سے جھوٹ بولا۔" وہ بڑبڑاتی وہاں سے چلی گئی۔ وہ غصے میں کچن میں آئی۔
"ماما! بابا کہاں ہیں؟" وہ تھوڑے تیز لہجے میں بولتے ہوئے کچن کاؤنٹر کے پاس کھڑی ہوئی۔ اس نے پورا گھر دیکھ لیا تھا حسن کہیں نہیں تھا۔
"وہ تمہاری پھپھو کو لینے گئے ہیں۔ کیوں کیا کہنا ہے۔"
"ماما! بابا نے ہم سے جھوٹ بولا تھا۔ وہ کل آفس میں نہیں تھے بلکہ وہ رمشا آنٹی اور ونیزہ کو مال لے کر گئے تھے۔ انہوں نے کل بہت انجوائے کیا تھا۔" وہ جو اپنے دھیان میں کچن کیبنٹ سے پلیٹیں نکال رہی تھی۔ اس کے ہاتھ سے ایک پلیٹ سرکی اور نیچے گر گئی۔
"حسن کل آفس میں تھے، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی بیٹا۔ بھلا، آپ کے بابا ہم سے کیوں جھوٹ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

بولیں گے۔" اس نے پلیٹ نیچے سے اٹھائی۔

حسن اور دانیال بچپن کے دوست تھے۔ وہ دونوں ایک ہی آفس میں کام کرتے تھے۔ اس ناتے اس کی بھی رمشا سے دوستی ہوگئی تھی۔ دانیال کی ڈیتھ کے بعد ان لوگوں نے انہیں کافی سپورٹ کیا تھا۔ اس نے تو کبھی حسن کو ان لوگوں سے ملنے اور ان کی مدد سے منع نہیں کیا تھا۔ تو وہ کیوں یوں جھوٹ بول کر ان کے ساتھ جائے گا۔

"اس نے مجھے پکس بھی دکھائی ہیں۔ وہ ہاہا ہی تھے۔ ایک منٹ ..... میں ابھی آپ کو لا کر دکھاتی ہوں۔" وہ کہتی باہر جانے والی ہوتی تھی جب دنیزہ وہاں آگئی۔ اس کے ہاتھ میں موبائل تھا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔

"دانی! ماما کو دکھاؤ وہ پکس۔" امامہ نے اسے کہا۔

"تم نے آنٹی کو بتا دیا؟ ماما نے مجھے بتانے سے منع کیا تھا۔ آنٹی پلیز، آپ ماما کو مت بتایئے گا۔" وہ گھبراہٹ میں تیزی سے بولی۔ وہ بات اس کے منہ سے نکل گئی تھی۔ اب ماما یقیناً اسے ڈانٹیں گی، اور ہوسکتا ہے ایسا والی برتھ ڈے پارٹی کا منصوبہ بھی کینسل ہوجائے گا۔"

"نہیں بتاتی آپ مجھے پکس دکھائیں۔" پتا نہیں کیوں کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔ اس نے موبائل کا پاسورڈ لگا کر اسے پکڑایا۔

وہ حسن ہی تھا، رمشا کے ساتھ بیٹھا۔ وہ آئس کریم کھا رہے تھے۔ اس نے تاریخ دیکھی، وہ کل کی ہی تھی۔ اس کا مطلب تھا۔ حسن نے جھوٹ بولا تھا، اور جھوٹ کون بولتے ہیں، جو آپ کو دھوکا دے رہے ہوں۔ اور بھی ان لوگوں کی بہت سی تصویریں تھیں۔ ان دونوں کے چہرے کتنے کھلے کھلے تھے۔

ایسی تصویریں تو اس کی حسن کے ساتھ تھیں۔ دل میں چبھن سی ہوئی۔ وہ نکاح نامہ یاد آیا۔ اس نے گیلری دیکھی وہاں ایک فولڈر پر پاسورڈ لگا ہوا تھا۔ اس نے اسے بہت کھولنے کی کوشش کی وہ نہیں کھلا۔

دنیزہ کو بھی اس کا پاسورڈ کا نہیں پتا تھا۔ ان دونوں نے مہرماہ کے متزلزل وجود کو دیکھا جس کے چہرے کی رنگت یکسر بدل چکی تھی اور پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے تھے۔

"ماما!" امامہ نے اسے پکارا۔ وہ اپنے ہوش میں آئی۔ آپ دونوں جا کر انجوائے کریں۔ میں آپ کی ماما کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔ اس نے دنیزہ کے رخسار کو سہلایا۔ وہ دونوں وہاں سے چلی گئیں۔

وہ کاؤنٹر کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی۔ حسن نے اس سے جھوٹ کیوں بولا۔ وہ تصویریں۔ اسے پتا نہیں کیا ہوا۔ وہ عجلت بھرے قدم اٹھاتی اپنے کمرے میں آئی۔ وارڈروب کا دروازہ کھول کر اس نے حسن کا لاکر کھولا۔ وہ سرخ فائل اٹھا کر اس نے کھولی۔ وہ کاغذ کا ٹکڑا نکالا۔

اس کے ہاتھ ہلکے ہلکے کانپ رہے تھے۔ آنکھیں اس تحریر پر جمی ہوئی تھیں، مگر جیسے لفظ دھندلا گئے ہوں۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوچکی تھی۔ وہ کاغذ کا ٹکڑا نہیں تھا، اس کے لیے موت کا پروانہ تھا۔ وہ حسن اور رمشا کا نکاح نامہ تھا۔ ایک لمحے کے لیے اسے لگا جیسے اس کے قدموں تلے زمین کھسک گئی ہو۔ سانس لینا دشوار ہوگیا۔ وہ بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی، جیسے اس کے جسم میں اب کھڑے رہنے کی سکت ہی نہ ہو۔

☆☆☆

باہر لاؤنج سے بچوں کے قہقہے اور شور کی لہریں اٹھ رہی تھیں، جن میں اب حسن کی بارعب آواز بھی شامل ہوچکی تھی۔ وہ اپنی بہن کو لے کر آچکا تھا۔

"باہر مہمانوں کو چھوڑ کر تم یہاں کمرے میں کیا کر رہی ہو؟"

مہرماہ کو لاؤنج میں نہ پا کر وہ اپنے ہی دھیان میں مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ مگر سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے متحرک قدم وہیں منجمد ہوگئے۔

مہرماہ بیڈ کے کنارے ساکت بیٹھی تھی، سر جھکائے ہوئے، مگر اس کے شانوں کی لرزش پکار پکار

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

کر اس کے چھپے ہوئے کرب کا پتا دے رہی تھی۔ حسن کے ماتھے پر تشویش کی لکیریں ابھریں۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا اس کے پاس آیا اور تسلی دینے کو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھنا چاہا، مگر مہر ماہ نے کمال ضبط سے خود کو پیچھے ہٹا لیا، جیسے اس کا لمس اسے جھلسا دے گا۔

"مہر! کیا ہوا ہے؟ تم رو کیوں رہی ہو؟"

اس کے لہجے میں فکر تھی، مگر وہ فکر مہر ماہ کو اب جلتے ہوئے شعلے جیسی معلوم ہو رہی تھی۔ مہر نے دھیرے سے سر اٹھایا اور اپنی سرخ، سوجی ہوئی آنکھیں حسن کے چہرے پر ٹکا دیں۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ وہ اسے دھوکا دے کر، اس کے مان اور اعتبار کی دھجیاں اڑا کر، اور اس کی راجدھانی میں کسی اور کو چپکے سے شریک کر کے کتنے اطمینان سے پوچھ رہا تھا کہ "کیا ہوا ہے"۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا، بس فرش پر گرے ہوئے اس کاغذ کو اٹھایا اور حسن کی طرف بڑھا دیا۔ حسن کے چہرے کی رنگت اڑ گئی۔ وہ مسکراہٹ جو چند لمحے پہلے اس کے لبوں کا احاطہ کیے ہوئے تھی، اب ایک بھیانک خاموشی میں بدل گئی۔ اس کے ہاتھ لرزنے لگے اور زبان تالو سے چپک گئی۔

"کب سے چل رہا ہے، یہ سب؟" اس کے لہجے کی سرد کاٹ حسن کے وجود کو برف کر دینے کے لیے کافی تھی۔ یہ سوال نہیں تھا، بلکہ اس بارہ سالہ رفاقت کا نوحہ تھا جو ایک پل میں راکھ ہو چکی تھی۔

عین اسی لمحے لاؤنج سے ایک زوردار آواز گونجی۔ وینیزہ کے ہاتھوں سے امامہ کی سالگرہ کا کیک گر چکا تھا۔ وہ خوبصورت نیلا اور چاندی رنگ کا کیک، جس پر سنڈریلا کا وہ ننھا سا شیشے کا جوتا بڑی نفاست سے سجایا گیا تھا، زمین بوس ہوتے ہی کرچی کرچی ہو گیا۔ گھر کا وہ کونا، جو ابھی تک جشن کی روشنیوں سے منور تھا، اب بکھرے ہوئے کیک، پسی ہوئی کریم اور ریزہ ریزہ ہوتے خوابوں کا منظر پیش کر رہا تھا۔ وینیزہ خوف زدہ ہو کر وہیں پتھر کی ہو گئی، جبکہ امامہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔

مہر ماہ مرے قدموں سے باہر آئی۔ اس کی نظر سامنے گرے اس کیک پر پڑی، جو بالکل اس کے اپنے وجود کی طرح پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ رمشا سامنے کھڑی افسوس سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے خاموشی سے امامہ کا لرزتا ہوا ہاتھ پکڑا اور اسے وہاں سے لے گئی۔ بس ایک پل لگا تھا، وہ گھر جہاں خوشیوں کے بادل چھائے ہوئے تھے، اب طوفانوں کی ہولناک زد پر تھا۔

امامہ کو سنڈریلا پسند تھی اور وہ اب خود سنڈریلا بن چکی تھی، اس کی زندگی میں ایک عدد سوتیلی ماں اور بہن کی انٹری ہو چکی تھی۔

☆☆☆

وہ یاسیت سے کھڑکی کے باہر لان کے ایک گوشے پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ حسن کی بے وفائی نے اس کے وجود کی تمام تر شادابی نچوڑ لی تھی۔ وہ مہر ماہ، جو ہمیشہ اپنے نفیس ذوق اور ٹپ ٹاپ رہنے کی وجہ سے جانی جاتی تھی، آج ملگجے لباس میں ملبوس، خود اپنی نظروں میں اجنبی لگ رہی تھی۔

حسن نے اس کے پیروں تلے سے زمین ایسے کھینچی تھی کہ اسے سنبھلنے کا موقع تک نہیں ملا تھا۔ اسے گھر چھوڑے ایک ماہ بیت گیا تھا۔ باہر بہار اپنے جوبن پر تھی، مگر مہر ماہ کے اندر کی دنیا میں گویا ابدی خزاں ڈیرے ڈال چکی تھی۔

"نانو! ہم اپنے گھر کب جائیں گے۔" وہ دونوں لان میں بیٹھی ہوئی تھیں جب ہالہ کے ساتھ کھیلتی امامہ نے پوچھا۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی در آئی تھی۔

"پتا نہیں، جب تمہاری ماں کا سوگ ختم ہو جائے گا تو چلے جانا۔"

وہ کڑوا سچ بنتے ہوئے بولیں تب ہی مہر ماہ دبے پاؤں وہاں آئی۔ وہ ان کی بات سن چکی تھی۔

"امامہ بچے! آپ جا کر کھیلیں۔" اس نے امامہ کو وہاں سے اٹھایا اور خود اب اس کی جگہ پر بیٹھ

Scanned with CamScanner

گئی۔

"آپ امامہ کے ساتھ ایسی باتیں مت کیا کریں۔" وہ امامہ کی پشت پر نظریں جمائے دل گرفتہ سی بولی تھی۔ انہوں نے اپنا کام چھوڑ کر اسے دیکھا۔ وہ دل برداشتہ نظر آرہی تھی، چہرہ برسوں کا بیمار لگ رہا تھا۔

وہ لندن میں ارسلان (امامہ کا بھائی) کے ساتھ رہتی تھیں۔ اللہ نے انہیں ایک بیٹے اور بیٹی سے نوازا تھا۔ شوہر کے انتقال کو تین سال ہو گئے تھے۔ تب سے وہ احمد کے پاس چلی گئی تھیں۔ وہ دونوں اپنی زندگی میں آباد تھے۔ کہ یہ اچانک نئی افتاد ان پر آپڑی۔ وہ دونوں ایمرجنسی میں وہاں سے آئے تھے۔ احمد کو اب واپس بھی جانا تھا۔ لیکن اس کی ضد کی وجہ سے وہ ابھی تک یہاں تھے۔ وہ بھی روایتی ماں تھیں جو ہر صورت بیٹی کا گھر بسا دیکھنا چاہتی تھیں۔

وہ لوگ حسن سے بات کر چکے تھے۔ اس کا کہنا وہی تھا جو ایسے موقعوں پر مرد کا ہوتا ہے کہ دوسری شادی اس کا حق ہے، اور پھر اس نے تو ایک بیوہ سے شادی کی ہے۔ انہوں نے پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"دیکھ مہر ضد نہ کر۔ ایسے بارہ بچاروں کی رفاقت کو داؤ پر لگائے گی۔ برداشت کر لے، عورت کے مقدر میں برداشت کرنا لکھا ہے، اتنی عورتوں کے شوہر دوسری شادی کرتے ہیں۔"

(شوہر ہوتا تو برداشت کر لیتی، محبت تھا میری، محبت میں تو شراکت برداشت نہیں ہوتی۔

اسے کیسے دوسری عورت کے ساتھ ہنستا دیکھوں گی۔ ان تصویروں نے اتنی آگ لگائی تھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تو میں مر جاؤں گی۔ وہ جیسے میرے ناز و نخرے اٹھاتا تھا۔ اس عورت کے اٹھائے گا۔) اس نے سوچا۔ بولی کچھ نہیں۔

"تمہارے شوہر نے دنیا کا کوئی انوکھا کام نہیں کیا۔" اسے سمجھا رہی تھیں۔

(دنیا میں ہر انسان وہ کام کرتا بس وہ نہ کرتا۔ اس کی تو دنیا ہی وہ تھا۔ اگر اس نے محبت کے اتنے بلند و بالا دعوے نہ کیے ہوتے، تو وہ اس کی بے وفائی پر یوں چپ کر کے سوگ نہ منا رہی ہوتی، وہ بھی دوسری عورتوں کی طرح قسمت کا لکھا سمجھ کر، اس پر چیخ کر اس کے ساتھ آگے بڑھ جاتی۔

وہ تو کہتا تھا کہ وہ اس کی زندگی کا مرکز ہے، آج وہ مرکز بدل بیٹھا تھا۔ وہ یوں ایک بٹے ہوئے انسان کے ساتھ کیسے رہ پائے۔) وہ ان دنوں اتنا رو چکی تھی کہ اب آنکھیں مزید آنسو بہانے کی اجازت نہیں دے رہی تھیں۔ زندگی میں ایسا طوفان آیا تھا جو اپنے ساتھ سب کچھ بہا کر لے جا چکا تھا۔

"وہ تم دونوں کو افوڈ کر سکتا ہے۔" انہوں نے من و عن حسن کی بات دہرائی، تو مہر ماہ کے لبوں پر ایک استہزائیہ ہنسی رینگ گئی۔

(بات افوڈ کرنے کی نہیں تھی۔ اس کو ان کے گھر میں کس چیز کی کمی تھی۔ وہ خود پڑھی لکھی تھی، اپنا کما کر کھا سکتی تھی۔ بات جذبات کی تھی، وفاداری کی تھی۔ وہ اپنے وجود کی نفی اور اپنی محبت میں کسی دوسری عورت کی شراکت برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ لیکن یہ بات وہ ان کو سمجھا نہیں سکتی تھی، کیونکہ وہ اس پرانے زمانے کی عورت تھیں جس کے لیے مرد کی وفاداری سے زیادہ اس کی فراہم کردہ چھت اور نان نفقہ اہم تھا۔)

"مرد جب نئی منزل کے سفر پر نکلتا ہے تو اکثر اوقات پرانے تعلق اور راستے بھول جایا کرتا ہے اس سے پہلے وہ تجھے بھول جائے، اس کے پاس واپس چلی جا۔" انہوں نے اپنی زندگی کا نچوڑ بتایا۔ تو وہ اپنی تلخ سوچوں کی دنیا سے باہر آگی۔

"میں حسن سے خلع لے رہی ہوں۔ میں ایک بٹے ہوئے انسان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔" ان کی باتوں کو ان سنا کر کے اس نے اپنا اٹل فیصلہ سنایا۔ انہوں نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"اور ایمی کا کیا۔ اسے اپنی سوتن کے پاس چھوڑے گی، کیونکہ حسن اس کو تیرے پاس رہنے نہیں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

دے گا۔ تھوڑا اپنا ظرف بڑا کرلے۔ امی کے لیے، عورتیں تو اپنی اولاد کے لیے کیا کچھ نہیں کرتیں۔"

وہ اڑیل چٹان کی طرح اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی تھی۔ ان کا دل اس کی ضد پر ماتم کرنے کو چاہ رہا تھا۔

"میں۔ اپنا ظرف بڑا نہیں کرسکتی، حسن نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ آپ میری کیفیت کبھی نہیں سمجھ سکتیں۔ آپ کو بابا نے دھوکا نہیں دیا۔ ساری زندگی آپ کے وفادار رہے۔۔" امامہ کے آنے سے وہ بات ادھوری چھوڑ چکی تھی۔

☆☆☆

وہ خالی نظروں سے آسمان کی وسعتوں کو تک رہا تھا، جہاں بادلوں کی اوٹ میں چھپتا چاند اس کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔ کبھی چاندنی اس کے مضطرب چہرے پر لرزتی اور کبھی اسے اندھیروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتی۔ اس کے پہلو میں دھرے خلع کے کاغذات اس کے ماتھے پر لکھی شکست کی طرح اسے منہ چڑا رہے تھے۔

اسے گمان تھا کہ، مہر ماہ کو پتا نہیں چلے گا اور اگر اسے معلوم بھی ہوا، تو وہ اسے منالے گا، لیکن بات اس نہج تک پہنچ جائے گی، اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ بارہ سال کی رفاقت، جو ایک ایک دن کرکے سینچی گئی تھی، اب داؤ پر لگی تھی۔ اسے خود مہر کو بتا دینا چاہیے تھا۔ اپنے آپ کو کوستا وہ اپنی سوچوں میں گم تھا۔ جو کام اسے پہلے کرنا چاہیے تھا وہ اب کر رہا تھا۔ یعنی سوچنے کا۔

"کافی پی لیں۔ آپ کے اعصاب کو سکون ملے گا۔" پیچھے سے رمشا کی دھیمی آواز نے اس کی سوچوں کے تسلسل کو توڑا تھا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ وہ آکر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ہاتھ میں کافی کا مگ اس کو دیا۔ "مہر سے بات ہوئی۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے سر جھکا دیا۔

"اب کیا ہوگا۔ ایک ماہ سے زیادہ ہوگیا ہے۔ اب یہ خلع کے پیپرز۔ آپ کو ایک دفعہ ان سے بات کرنی چاہیے۔ پھر ہی اس پرابلم کا کوئی سلوشن نکلے گا۔" پچھلے ایک ماہ سے حسن کو اس حال میں دیکھ کر رمشا خود بھی کرب کا شکار تھی۔ یا پھر وہ دکھاوا کر رہی تھی۔

"وہ مجھے بلاک کرچکی ہے۔ گھر جاؤں تو مجھے اپنی شکل تک دکھانا گوارا نہیں کرتی۔ ایسی صورت حال میں کس دیوار کے ساتھ سر پھوڑوں۔"

وہ بے بسی کی انتہا پر تھا۔ ایک بوجھل خاموشی ان دونوں کے درمیان رقص کرنے لگی۔ حاشر کی موت نے ان کی زندگیوں کا رخ ہی موڑ دیا تھا۔ رمشا کے لیے ہمدردی، کب خاموشی سے محبت کا لبادہ اوڑھ گئی، اس کا ادراک تو شاید خود حسن کو بھی اس وقت ہوا جب بہت دیر ہوچکی تھی۔

وہ اس وقت دو کشتیوں کا مسافر تھا، جن میں سے ایک منجدھار میں ہچکولے کھا رہی تھی۔

☆☆☆

ڈرائنگ روم کی فضا، اس وقت حبس زدہ اور بوجھل تھی۔ ارسلان کے لہجے میں چھپی تپش ماحول کو مزید گرم کر رہی تھی۔

"اگر اسے ہمدردی کا اتنا ہی بخار چڑھا تھا، تو مہر ماہ سے اجازت لیتا۔ اس سے پوچھتا۔ ایسے چور راستے وہ ہی اپناتے ہیں جن کے دل میں کھوٹ ہوں۔ پہلے چوری چھپے نکاح کرلینا اور پھر اوپر سے ڈھٹائی دکھانا۔"

خاموشی سے بیٹھے اس کی نند اور نندوئی کی رنگت یکسر متغیر ہوئی۔ اس کی ماں نے اسے خاموش رہنے کے لیے آنکھیں دکھائیں، اسے ٹوکنا چاہا، مگر ارسلان تو جیسے اپنی بھڑاس نکال کر ہی دم لینا چاہتا تھا۔

"اور رہی بات امامہ کی، تو نہ تو میری بہن مجھ پر بوجھ ہے اور نہ میری بھانجی۔ خلع کے کاغذات آپ لوگوں کو مل چکے ہیں۔ اپنے بھائی سے کہیں کہ اب خاموشی سے سائن کرکے ہمیں شرافت سے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

فارغ کرے۔ حق مہر کی رقم بھی اپنے پاس رکھیں، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے سارے تعلقات اب بس ختم ہی سمجھیں۔"

اسی لمحے، مہر ماہ لوازمات سے بھری ٹرالی لیے کمرے میں داخل ہوئی۔ اپنے بھائی کی آخری بات اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو اس کے قدموں میں ایک لرزش سی آئی، اس نے خود کو سنبھالا۔

"ایسے کہنے سے تعلقات ختم ہونے لگے تو اس وقت ساری دنیا لاتعلق ہو چکی ہوتی۔" اس کے نندوئی نے مصلحت آمیز لہجے میں کہتے ہوئے مہر ماہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیا۔ وہ ان سب کو چائے سرو کر کے وہیں اپنے بھائی کے پاس سپاٹ چہرہ لیے بیٹھ گئی۔ امامہ ابھی اسکول گئی ہوئی تھی۔

"دیکھیں بھابھی! اب جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب لکیر کو پیٹنے کا کیا فائدہ؟ ایسے حسن سے ناتا توڑ کر تم صرف اپنا اور امامہ کا نقصان کر رہی ہو۔ ویسے بھی بیوہ سے شادی کرنا ثواب کا کام ہے، تھوڑا اپنا دل بڑا کر لو۔" مہر ماہ طنزیہ انداز میں لب بھینچ کر مسکرائی۔

"اگر ایسا ہے تو میں کیوں اکیلی سارا ثواب کماؤں؟ آپ بھی اپنے شوہر کی دوسری شادی کروا کے تھوڑی نیکیاں سمیٹ لیں۔" مہر ماہ نے بڑے سکون سے اپنی بات مکمل کی اور چائے کا گھونٹ بھرا۔

"میری نظر میں ایک دو اچھے رشتے ہیں، کہیں تو بھائی صاحب! آپ کی بات چلاؤں؟"

اس کے لہجے کا سکون، الفاظ کی کاٹ کو اور گہرا کر گیا جہاں اس کی نند کے چہرے پر تاریک سائے لہرائے۔ وہیں اس کے نندوئی کے تاثرات اور بوکھلاہٹ دیکھ کر ارسلان نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔ وہ جیسے لمحے بھر کو لاجواب ہوئیں۔

"دوسروں کو نصیحت کرنا بہت آسان ہوتا ہے، جس پر گزرتی ہے صرف وہ ہی جانتا ہے۔ دوسرے تو صرف زخموں پر نمک چھڑکنے آجاتے ہیں۔" مہر ماہ کا لہجہ اب کٹیلا ہو چکا تھا۔ "ابھی میں نے صرف آپ کے شوہر کی دوسری شادی کی بات کی ہے اور آپ کے چہرے کے رنگ اڑ گئے اور آپ مجھے مشورے دے رہی تھیں کہ میں اپنا دل بڑا کر لوں؟" پھر وہ تشنگی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خیر! مجھے آپ کے بھائی کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں رکھنا۔ ہمارا سفر یہیں تک کا تھا۔" اس کی آواز بھرائی۔ کہیں دور بہت تکلیف ہوئی۔

"آپ امامہ کی پھپھو ہیں، اس سے ملنے آسکتی ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ کسی اور رشتے کے ناتے، ہمارا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ مڑی اور بنا پیچھے دیکھے وہاں سے چلی گئی۔ اور اس کے پیچھے خاموشی ایک بار پھر پورے ڈرائنگ روم پر مسلط ہو گئی تھی۔

☆☆☆

زندگی کا سفر اپنے مخصوص تسلسل کے ساتھ رواں تھا۔ مگر ایسا لگتا تھا جیسے گردشِ ایام کی تمام کٹھنائیاں صرف اسی کی تقدیر کے حصے میں آ ٹھہری تھیں۔ وقت کی بے رحم چال نے اسے ایک ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا تھا جہاں ماضی ایک بوجھ اور مستقبل ایک دھند بن چکا تھا۔

بوجھل دل سے آنکھیں موندے وہ لکڑی کی کرسی پر ساکت بیٹھی جھول رہی تھی۔ کرسی کی ہلکی سی چرچراہٹ کمرے کے سناٹے میں کسی باکی سسکی کی طرح گونج رہی تھی۔ بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا موبائل فون ایک بار پھر لرزا، اس کی اسکرین روشن ہوئی، مگر اس نے اسے یکسر نظر انداز کر دیا۔ دوسری طرف سے کسی نے تھک ہار کر رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ اس نے نیم وا آنکھوں سے دراز قد کھڑکیوں کے پار اس بلند و بالا قفس کو دیکھا۔ ایک ایسا ان دیکھا 'جہنم' جسے وہ دنیا کے سامنے 'جنت' ظاہر کرتی تھی۔

"کاش یہ محل جتنا حسین اور وسیع، اس کے مالک کا دل بھی ایسا ہی ہوتا۔"

اس کی نظریں بھٹکتی ہوئی میز پر دھری میڈیکل رپورٹس پر جا ٹھہریں۔ ان سفید کاغذوں پر لکھی سیاہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

تحریریں اسے کسی ناگ کی طرح ڈس رہی تھیں۔ وہ دور خلا میں کسی نادیدہ نقطے کو تکنے لگی، جہاں یادوں اور محرومیوں کے سائے رقص کر رہے تھے۔

"کچھ لوگ کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں، اللہ دنیا کی ہر نعمت ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیتا ہے۔" اس نے ایک سرد آہ بھری۔ ذہن کے پردے پر کچھ ہنستے مسکراتے چہرے ابھرے اور پھر غائب ہو گئے۔

اس نے ایک بار پھر اپنی رپورٹس کو دیکھا۔ تقدیر کے فیصلے کتنے اٹل اور بے رحم تھے۔ ماں کا سایہ تو پہلے ہی چھن چکا تھا۔ باپ کا رشتہ برائے نام تھا۔ اور اب اللہ اسے اولاد کی نعمت سے بھی محروم کر چکا تھا۔ اس وسیع و عریض کمرے میں پھیلی خاموشی اب اسے جیتے جی نگلنے لگی تھی، جہاں ہر دیوار اس کی محرومیوں پر نوحہ پڑھ رہی تھی۔

☆☆☆

رات کا دوسرا پہر تھا جب زین کے رونے کی آواز نے اس کی نیند کے کچے دھاگے توڑ دیے۔ اس نے بوجھل پن سے اسے تھپتھپانا شروع کیا۔ وہ بھی ماں کی موجودگی محسوس کر کے دوبارہ نیند کی وادیوں میں اتر گیا۔ وہ کسمسندی سے اٹھ بیٹھی اور ہیڈ کراؤن سے ٹیک لگا لی۔ کمرے کی نیم تاریکی میں اس کا چہرہ حد درجہ سپاٹ اور بوجھل لگ رہا تھا۔

زندگی میں مشکلات نے جیسے اس کا گھر دیکھ لیا تھا۔ عزیر کی نوکری چلی گئی تھی۔ ایک وہ تھی جو سوچ کر پیسہ خرچ کرتی تھی اور ایک اس کی بہن جو ہر وقت زیورات میں لدی رہتی تھی۔ دنیا کی ہر آسائش اس کے پاس تھی۔ اُس کے ذہن میں اس کا وہ عالی شان محل نما گھر ابھرا، جو نجانے کتنے مربعوں پر پھیلا ہوا تھا، اور پھر اس نے اپنے اس چھ مرلے کے مکان کی دیواروں کو دیکھا جو اسے اب کاٹنے کو دوڑتی تھیں۔ بچوں کی ضروریات، بڑھتے ہوئے اخراجات اور مستقبل کا خوف... سب مل کر اس کے اعصاب چاٹ رہے تھے۔ اپنی ادھوری خواہشات کا ماتم کرتے ہوئے کبھی کبھار اسے خود پر بھی غصہ آتا کہ اس نے عزیر سے شادی ہی کیوں کی تھی۔

عزیر کی آنکھ بھی کھل چکی تھی۔ وہ آہستہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور اندھیرے میں ونیزہ کے پژمردہ چہرے کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"کیا ہوا ہے؟" اس نے فکر مندی سے پوچھا۔ وہ اب اس سے اکھڑی اکھڑی رہنے لگی تھی۔ وہ خود ڈپریشن کا شکار تھا۔ اسے اس کے مورل سپورٹ کی ضرورت تھی اور وہ اس سے بیزار نظر آتی تھی۔ اس کو بھی اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر تھی۔ وہ نئی نوکری ڈھونڈنے کی سر توڑ کوششیں کر رہا تھا۔

"ونیزہ..." اس نے دوبارہ پکارا اور بیڈ پر اس کے قریب سرک کر اس کا ٹھنڈا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ "ونیزہ، میری بات سنو۔"

"پلیز عزیر! مجھے نیند آ رہی ہے۔" اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور دوبارہ کمبل اوڑھ کر رخ موڑ لیا۔ اس کی اس بے اعتنائی اور سرد مہری سے اس کا دل اچاٹ ہوا۔ وہ ایک گہری آہ بھر کر خاموشی سے اپنی جگہ لیٹ گیا، مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

☆☆☆

ڈرائیور نے، بی ایم ڈبلیو ایک پُرسکون رہائشی علاقے میں واقع ایک گھر کے سیاہ آہنی گیٹ کے سامنے روکی۔ پچھلی نشست پر بیٹھی امامہ نے اشارہ کیا تو ہارن کی آواز فضا کے سکون کو چیرنے لگی۔ لاؤنج میں بیٹھا عزیر، جو بچوں کو کھانا کھلانے کی کوشش کر رہا تھا، اس بے وقت کی دخل اندازی پر سخت بدمزہ ہوا۔

ہارن کی آواز پر ونیزہ جلدی سے کمرے سے باہر نکلی تاکہ امامہ کو ریسیو کر سکے۔ اس کے انداز اور پھرتیاں دیکھ کر وہ بے اختیار بھنویں اچکا گیا۔ گیٹ تک پہنچ کر اس نے باہر کھڑی گاڑی کو دیکھا تو بے اختیار اس کی آنکھوں میں ستائش اتری۔ امامہ کے ڈرائیور نے فوراً آگے بڑھ کر اس کے لیے دروازہ کھولا۔ وہ نہایت نفاست سے گاڑی سے باہر

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اتری۔ کاٹن سلک کا مہنگا ڈیزائنر سوٹ، ہاتھ میں برانڈڈ بیگ، اور پاؤں میں ہائی ہیلو... جن کی ٹک ٹک خاموش ماحول میں واضح سنائی دے رہی تھی۔

"نئی گاڑی لی ہے۔" رسمی سلام و دعا کے بعد ونیزہ نے رشک سے پوچھا۔

"میں نے تمہارے لیے نئی گاڑی خریدی ہے۔ آئندہ اگر کہیں آنا جانا ہوں تو اس پر جانا ڈرائیور کے ساتھ۔" التمش کی سرد اور سپاٹ آواز اس کے اعصاب پر کسی برفیلی لہر کی طرح اتری تھی۔ وہ ماضی کے دریچوں میں دھکیل دی گئی۔

گھر میں کوئی گاڑی فارغ نہیں تھی، جب وہ کیب بک کروا کے اپنے میکے چلی گئی۔ بدقسمتی سے وہ اپنے شوہر کو بتا چکی تھی۔ تب وہ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر، اپنی ٹائی کی گرہ لگاتے ہوئے نہایت سفاکی سے اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"تم اب امامہ حسن نہیں امامہ التمش ہوں۔ میں نہیں چاہتا کوئی تمہیں دیکھ کر کہے کہ التمش درانی اپنی بیوی کو ایک گاڑی نہیں لے کر دے سکتا ہے۔ تم جیسے غریب غربا کے لیے کیب ہے۔ اب میری بیوی بن چکی ہوں تو اپنی عادتوں کو بدلو۔"

"امی کیا لوں گی۔" ونیزہ کی آواز پر وہ چونک کر حال میں لوٹی۔ وہ اس وقت ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی۔ "کچھ نہیں۔ کل ماما کی برسی ہے۔ ان کے لیے میں نے قرآن خوانی کا اہتمام کیا ہے۔ تمہیں انوائٹ کرنے آئی تھی۔" وہ مدھم سی آواز میں بولی تھی۔

"فون بھی تو کیا جا سکتا ہے۔ بذات خود آنے کی کیا ضرورت تھی؟" عزیر بس سوچ ہی سکا تھا۔ اسے اس کا آنا برا نہیں لگتا تھا۔ وہ جب بھی آتی تو زین، دانیال اور ونیزہ کے لیے ڈھیر سارے گفٹس لاتی۔ البتہ اسے ونیزہ کی ستائش بھری نظروں سے الجھن ہوتی تھی۔ ابھی بھی وہ اسے اپنے ایک نئے کرب کے بارے میں بتا رہی تھی۔ اور جواباً ونیزہ اسے شائی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ونیزہ اس کے لیے کھانا بنانے کچن میں چلی گئی، جبکہ زین اور دانیال اپنے کھلونوں میں مگن ہو گئے۔

امامہ کی نظریں بے اختیار عزیر پر ٹھہر گئیں۔ وہ پہلے سے کہیں زیادہ کمزور لگ رہا تھا۔ داڑھی خاصی بڑھی ہوئی تھی، جیسے کئی دنوں سے شیو نہ کی ہو۔ آنکھوں کے گرد حلقے نمایاں تھے اور چہرے پر مسلسل تھکن کا عکس جما ہوا تھا۔ وہ اس کی نظروں سے جز بز ہو رہا تھا۔

تجھ کو کیا علم تجھے ہارنے والے کچھ لوگ
کس قدر سخت ندامت سے تجھے دیکھتے ہیں

وہ اس کی کچی عمر کی محبت تھی۔۔ نوخیز، شدت پسند اور بے لگام۔ وہ محبت جو کسی منطق کو نہیں مانتی تھی، جو صرف پانا چاہتی تھی یا پھر مٹ جانا۔ ایک ایسا جنون جو رگوں میں خون بن کر دوڑتا تھا، جہاں عقل مصلحتوں کی چادر اوڑھ کر سو جاتی ہے۔ لیکن وہ تو اس کی سوتیلی بہن ونیزہ کا اسیر تھا۔ آج برسوں بعد امامہ کے کانوں میں عزیر کی وہی بے مروت آواز کسی نوکیلے نشتر کی طرح چبھتی تھی۔

"ماما وہ صرف میری اچھی دوست ہے۔ میں اسے پسند کرتا ہوں، لیکن صرف ایک دوست کے ناتے۔ ونیزہ میری محبت ہے۔" وہ اُس دن اس سے ملنے ان کے گھر آئی تھی، جب اتفاقاً عزیر کے کمرے کے باہر کھڑے یہ سب سن لیا تھا۔

"لیکن وہ تو تم سے محبت کرتی ہے۔" وہ شاید امامہ کی بے قراریوں سے اندازہ لگا چکی تھیں۔

"تو میں کیا کروں۔ میں نے تو اس سے کوئی وعدے وعید نہیں کیے تھے۔ اگر وہ مجھ سے محبت کرلی ہے یہ اس کا مسئلہ ہے۔ میرا نہیں۔" وہ کتنی بے رخی سے بولا تھا۔

عزیر کے چہرے پر پھیلتی بے زاری اور اپنی نظروں کی تپش کا احساس ہوتے ہی امامہ نے پلکیں جھکا لیں۔ عزیر کے اپنے ذہن میں بھی اپنی ماں کی وہ تلخ تنبیہ کسی بھولی بسری صدا کی طرح گونجی۔ "وہ صرف امامہ کی ضد میں تم سے شادی کر رہی ہے، ورنہ

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

اسے تم میں کوئی دلچسپی نہیں۔"

اسے آج اپنی ماں کی باتیں حقائق کی صورت میں سامنے کھڑی نظر آئی تھیں۔ جب سے امامہ کی شادی التمش درانی سے ہوئی تھی، ونیزہ کا رویہ بدل گیا تھا۔ وہ اب محبت کے ترازو میں عزیر کو نہیں، بلکہ التمش کے بینک بیلنس اور گاڑیوں کو تولتی تھی۔

"اگر تم کہو تو جاب کے لیے التمش سے بات کروں؟" وہ پورے خلوص سے پوچھ رہی تھی۔ وہ اسے اس حال میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"نہیں۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ڈھونڈ رہا ہوں، جلد ہی ان شاء اللہ کوئی مل جائے گی۔" عزیر نے اپنی زخمی انا کو خودداری کے لبادے میں چھپانا چاہا۔

"ہاں کیوں نہیں! جیسے نوکریاں تو ہاتھ باندھے ان نواب صاحب کے انتظار میں بیٹھی ہیں کہ کب جناب تشریف لائیں اور وہ ان کے قدموں میں ڈھیر ہو جائیں۔"

ونیزہ ٹرے ہاتھ میں لیے اندر داخل ہوتے تلخی سے بولی۔ اس کی آواز میں محرومی اور غصہ جھلک رہا تھا۔

"امامہ! تم ضرور بات کرنا۔ پچھلے چار ماہ سے یہ اسی طرح گھر بیٹھے 'ڈھونڈ' رہے ہیں۔" وہ تمسخر بھرے انداز سے اسے دیکھنے لگا۔

"ابھی ان دونوں بچوں کو اسکول میں داخل کروانا ہے اور تمہیں تو پتا ہے کہ آج کل اچھے اسکولوں کی فیسیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ گھر کے اخراجات، بچوں کا مستقبل۔ تم ضرور بات کرنا۔" وہ اس کی نظروں کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے امامہ سے بولی۔ وہ سرہلاتی بچوں میں مصروف ہو چکی تھی۔

"سب کچھ داؤ پر لگا ہے اور انہیں اپنی خودداری کی پڑی ہے" سرگوشی میں بڑبڑاتے وہ عزیر کے پاس سے گزری۔ اس کی بڑبڑاہٹ سن کر اس نے مٹھیاں بھینچ لیں، اس کا چہرہ تپنے لگا تھا۔ وہ ابھی تک خود پر قابو کیا ہوا تھا۔ امامہ کی موجودگی میں ونیزہ کی باتیں اس کے لیے کسی تازیانے سے کم نہ تھیں۔ وہ اس کے پیچھے لپکا۔۔

☆☆☆

وہ وہاں دو تین گھنٹے گزار کے اب واپسی کے سفر پر روانہ تھی۔۔ گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھی، وہ ماضی اور حال کے الجھے ہوئے تانوں بانوں میں گھری ہوئی تھی۔ اس کے ذہن کے پردے پر ونیزہ کا چہرہ ابھرا۔

"ونیزہ کتنی خوش نصیب تھی۔" اس نے سوچا۔ "خدا نے اسے دنیا کی ہر نعمت، ہر خوشی سے نوازا تھا۔" ان کے لاؤنج میں لگی وہ بڑی سی تصویر بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہی تھی۔ ایک طرف عزیر اور ونیزہ، دوسری طرف رمشا اور حسن، اور ان کے درمیان کھلکھلاتے دو بچے۔

ایک مکمل، خوش باش اور جیتی جاگتی فیملی۔

اس کے دل سے بے اختیار ایک ہوک سی اٹھی۔ اداسی کی ایک لہر نے گاڑی کے اندر کی فضا کو بوجھل کر دیا تھا۔ گھٹن سی محسوس ہوئی تو اس نے گاڑی کی کھڑکی کا شیشہ نیچے کر دیا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے چہرے سے ٹکرائے، مگر دل کے اندر پھیلی ویرانی کم نہ ہو سکی۔ آج پہلی بار اسے ونیزہ کی ستائش بھری نظریں بھی اچھی نہیں لگی تھیں۔ اس نے ایک گہرا سانس بھرا۔ اور آنکھیں موند کر بیک سیٹ سے ٹیک لگا لی۔

مہرماہ۔۔ جو حسن سے تعلق توڑنے سے پہلے ہی اس دنیا سے ناتا توڑ چکی تھی۔ ایک جان لیوا کار حادثے نے امامہ سے اس کی ماں اور نانی چھین لی تھیں۔ اس کے ماموں ارسلان ہال ہال بچ گئے تھے۔ مہرماہ کی وفات کے بعد حسن اسے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ تو ارسلان بھی واپس لندن چلا گیا تھا۔ اس بڑے سانحے کے بعد حسن کی تمام تر توجہ کا مرکز امامہ بن گئی تھی، مگر رمشا کو یہ "خصوصی توجہ" ایک آنکھ نہ بھائی۔ وہ ایک روایتی سوتیلی ماں بن گئی اور

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ونیزہ کے ساتھ مل کر حسن کے گرد ایسا حصار کھینچا کہ حسن آہستہ آہستہ امامہ کو بھولنے لگا۔ خدا بھی جیسے رمشا پر مہربان تھا۔ انہیں پھر اولاد کی خوشخبری مل چکی تھی۔ ایسے میں امامہ کہاں یاد رہنے والی تھی؟

عزیر... اور اس کی امی، جوان کے پڑوسی بھی تھے، اب اس کی دنیا بننے لگے تھے۔ اس کا زیادہ تر وقت انہی کے ساتھ گزرتا۔

وہ سنڈریلا تھی...

اور عزیر اس کا شہزادہ، جو ایک دن اسے لینے آنے والا تھا۔ وہ اپنی افسانوی دنیا میں بے حد خوش تھی۔ ابھی اس نے خوشیوں کے ان لمحوں کو جی بھر کر محسوس بھی نہ کیا تھا کہ وقت کی بے رحم موج نے اس کے ریت کے محل کو ڈھیر کر دیا۔

اس کی سوتیلی بہن... اس کی دنیا میں داخل ہو چکی تھی۔

اور پھر آہستہ آہستہ... اس کے شہزادے کے دل میں بھی۔

شاید ونیزہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ امامہ عزیر کو پسند کرتی ہے۔

"عزیر۔۔" اس کے لبوں سے ایک لرزتی ہوئی سرگوشی نکلی۔

"آپ نے غلط کہا تھا ماما! سنڈریلا کا جوتا اس کی بہن کو پورا کیسے آتا وہ تو اس کا تھا۔ اس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔ "دیکھیے ماما! جوتا پورا بھی آ گیا اور وہ اپنے شہزادے کے ساتھ بگھی پر بیٹھ کر چلی گئی۔" ان دونوں کے شادی کے دن وہ اپنی ماں کو یاد کر کے کتنا روئی تھی۔ تب ونیزہ کی رخصتی پر وہ خود سے بولی تھی۔

ونیزہ اسے سنڈریلا کہہ کر چڑاتی تھی۔ وہ بظاہر تو اسے منع کرتی تھی، کہ مجھے سنڈریلا مت کہا کروں۔ لیکن اندر ہی اندر وہ خوش ہوتی تھی کیونکہ سنڈریلا کو تو کہانی کے اختتام میں شہزادہ مل جاتا ہے۔ اور وہ شہزادے کے ملنے پر خوش تھی۔ وہ خود پر ہنسی۔ وہ کتنی بے وقوف تھی۔ افسانوی دنیا میں رہنے والی۔ پہلے شہزادہ سے پوچھ لیتی وہ اس کا ہے بھی یا نہیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسو چھلکے۔ ولیمے کے دن ونیزہ کی کہی بات پھر دماغ میں گونجی۔

"تمہیں میں غلط سنڈریلا کہتی رہی۔ تم تو سنڈریلا ہو ہی نہیں۔ تمہیں تو تمہارا شہزادہ لینے ہی نہیں آیا۔ بے چاری۔ سنڈریلا۔ اور سوری امامہ۔" اس کی تمسخر بھری ہنسی ابھی ذہن کے پردوں پر روشن تھی۔

"تم صحیح کہتی تھی ونیزہ۔ میں سنڈریلا نہیں ہوں۔ سنڈریلا کو تو اس کا شہزادہ مل جاتا ہے، لیکن مجھے تو شہزادہ مل نہیں سکا۔ کیونکہ وہ تو تمہارا شہزادہ تھا۔" وہ جیسے خود سے مخاطب تھی۔ افسانوی دنیا کا جادو ختم ہو چکا تھا۔

☆☆☆

رات کی مدھم چاندنی اور ستاروں کی جھلملاہٹ وہ کھڑکی کے پاس کھڑی آسمان تک رہی تھی۔ جسم کے روئیں روئیں پر تھکن سوار تھی۔ ذہنی تھکاوٹ نے اس کے اعصاب مفلوج کیے ہوئے تھے عزیر اور ونیزہ کے گھر سے آنے کے بعد ہمیشہ اس پر یہی بوجھل پن طاری ہو جاتا تھا۔ وہ اسی شکست خوردہ کیفیت میں ڈوبی رہتی، کہ کمرے میں جوتوں کی بھاری چاپ سن کر اس نے چونک کر رخ موڑا۔ التمش درانی آ چکا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اس کا کوٹ اتارنے لگی۔

"کہاں گئی تھیں۔" اس نے اپنی کلائی سے گھڑی اتاری۔ "ونیزہ کو کل کے لیے دعوت دینے گئی تھی۔" وہ کوٹ اٹھا کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

"کس کے ساتھ گئی تھیں۔" اس نے اپنے پیچھے سے اس کی آواز سنی، کف لنکس اتار کر سنگھار میز کی زینت بن چکے تھے۔

"آپ کے ڈرائیور کے ساتھ۔" اس نے مڑے بغیر جواب دیا۔ حسب معمول تفتیش شروع ہو چکی تھی۔ حالانکہ وہ اس سے اجازت لے کر گئی تھی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اور اسے پتا تھا اس نے لازمی ڈرائیو سے بھی پوچھا ہو گا۔

'التمش درانی'۔ اس کا شوہر، ایک عجیب انسان تھا، ۔دنیا کی نظروں میں وہ شرافت کا لبادہ اوڑھے ایک فرشتہ صفت انسان تھا، مگر درحقیقت وہ اس 'جہنم' کا داروغہ تھا جسے لوگ درانی پیلس کہتے تھے۔ امامہ کے لیے یہ عالی شان در و دیوار کسی اذیت کدے سے کم نہ تھے۔ وہ دونوں ڈنر کر کے واپس اپنے کمرے میں آ گئے تھے۔ امامہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتا اس کا تنقیدی نگاہوں سے جائزہ لے رہا تھا۔ جو کل کے فنکشن کے لیے جیولری منتخب کر رہی تھی۔

"تم گائنا کالوجسٹ کے پاس گئی تھیں؟ رپورٹس آ گئیں؟" کتاب کے ورق پلٹتے اس نے اچانک پوچھا تھا۔ کان کے ساتھ ائیر رنگز لگا کر وہ دیکھ رہی تھی، جب وہ اس کی بات سن کر ٹھٹکی۔ چہرے کی رنگت حقیر ہوئی تھی۔ اس نے اپنے اعصاب پر قابو پایا۔ اسے امید نہیں تھی۔ کہ وہ یہ سوال کرے گا۔ کیونکہ التمش درانی کو باپ بننے کی کوئی جلدی نہیں تھی۔

"ہاں! میری رپورٹس تو نارمل ہیں۔ وہ ڈاکٹر کہہ رہی تھی کہ ایک دفعہ آپ اپنے ٹیسٹ بھی کروا لیتے۔ پھر ہی وہ کوئی ٹریٹمنٹ کنز سکے گی۔" جھوٹ بولتے ہوئے اس کی زبان ایک دفعہ بھی نہیں لڑکھڑائی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں۔ یعنی التمش درانی، ڈاکٹر کے پاس جاؤں گا؟ اپنے ٹیسٹ کرواؤں گا؟" ایک طنزیہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر تھی۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں، مجھ میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی!"

"پھر بھی ٹیسٹ کروانے میں کیا حرج ہے؟ آپ کی مدر مجھے بار بار کہتی ہیں، میں پھر انہیں بتا دیتی ہوں کہ آپ۔۔؟" اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ التمش کے اندر کا خود پرست شخص جاگ چکا تھا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے قریب آیا۔ وہ دراز قد آئینے کے سامنے اس طرح کھڑا ہوا کہ اس کی اپنی بلند قامت پورے شیشے پر محیط ہو گئی اور امامہ کا عکس اس کے پیچھے کہیں گم ہو گیا۔

اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے امامہ کی ٹھوڑی کو سختی سے اوپر اٹھایا۔ اس کی گرفت میں بے رحمی تھی۔

"آئندہ مجھے میری ماں کی دھمکی مت دینا اور اپنی زبان کا استعمال میرے سامنے کم کیا کرو۔ مجھے زبان دراز عورتیں قطعاً پسند نہیں۔" اس نے حقارت سے اس کی ٹھوڑی کو جھٹکا وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ اور وہ آئینے میں نظر آتے اپنے عکس سے نظریں چرانے لگی۔

☆☆☆

قرآن خوانی ختم ہوئی تو وہ بوجھل دل لیے اپنے سارے مہمانوں کو رخصت کرنے لگی، اب گھر میں صرف ونیزہ اور اس کی ماں رہ گئی تھیں جو گیسٹ روم میں بیٹھی دنیاداری کی تانیں بن رہی تھیں۔

"امامہ کے تو مزے ہیں! اتنا بڑا گھر، نہ سسرال کا جھنجھٹ، نہ مال و زر کی فکر۔ ایک میں ہوں۔" اس نے کھڑکی سے نظر آتے اس پُرآرائش گھر پر حسرت بھری نگاہ ڈالی۔

"میں تمہیں تب ہی کہتی تھی کہ اس عزیر کے پیچھے مت بھاگو!" اس کی ماں نے لقمہ دیا۔ "اگر تم اس 'ٹٹ پونجیے' سے شادی نہ کرتیں تو آج اس گھر کی ملکہ تم ہوتیں، التمش کی بیوی بن کر راج کرتیں۔" اس کی عزیر کی شادی کے بعد ہی التمش کا رشتہ آ گیا تھا۔ "تو آپ اس کی شادی التمش سے نہ ہونے دیتیں؟" وہ دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں! اور تمہارے باپ کی نظر میں بری بنتی؟ حسن تو پہلے ہی تمہاری اور عزیر کی شادی کی وجہ سے نالاں تھا۔ خیر، جو ہونا تھا ہو چکا، اب پچھتانے کا کیا فائدہ۔" انہوں نے بات ہی ختم کر دی۔ حسن امامہ کا رجحان عزیز کی طرف دیکھ چکا تھا۔ وہ کچھ سوچنے لگ گئی۔

"اچھا میں چلتی ہوں۔ تمہارے بابا انتظار کر

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

رہے ہوں گے۔ تم ابھی ہمارے ساتھ چلو گی یا پھر عزیر تمہیں لینے آئے گا۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ چلی جائیں میں عزیز کو بلا لیتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ تو اس نے عزیز کو فون کر کے آنے سے منع کر دیا۔ اس کے دماغ میں کچھ چل رہا تھا۔ بچے وہ گھر اپنی ساس کے پاس ہی چھوڑ آئی تھی۔ ویسے بھی اس کے بچے اس سے زیادہ عزیر سے اٹیچڈ تھے۔ خود نیچے ہال میں آ گئی جہاں امامہ اور التمش کسی موضوع پر محو گفتگو تھے۔ وہ ان کے قریب آئی۔

"عزیز نہیں آیا۔" امامہ نے پوچھا۔ "نہیں اس کو کوئی ضروری کام آ گیا ہے۔" بے نیازی سے جھوٹ بولتے وہ التمش کی طرف متوجہ ہوئی۔ "اگر آپ فری ہیں اور آپ کو برا نہ لگے، تو آپ مجھے ڈراپ کر سکتے ہیں۔"

"ڈرائیڈ چھوڑ۔" امامہ اس سے بولی، جب التمش اس کی بات کاٹ گیا۔ "کوئی مسئلہ نہیں۔ میں چھوڑ آتا ہوں۔" ایک مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتا وہ اس کو اپنی ہمراہی میں لیے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ امامہ دانت بھینچ کر رہ گئی۔

☆☆☆

گاڑی کے اندر کی خاموشی میں اے سی کی ہلکی سی سائیں سائیں اور پرفیوم کی گہری خوشبو رچی ہوئی تھی۔ التمش بہت مہارت سے اسٹیئرنگ سنبھالے ہوئے تھا، جبکہ دنیزہ اس کے برابر والی نشست پر نیم دراز، باہر کی بھاگتی روشنیوں کو دیکھ رہی تھی۔۔ اس مہیب خاموشی کو التمش کی آواز نے توڑا۔

"آپ کے ہسبنڈ کی جاب کا کچھ بنا؟" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میرے ایک قریبی جاننے والے کے آفس میں مینیجر کی پوسٹ خالی ہے، میں خود ان سے بات کرتا ہوں۔" وہ بے اختیار تشکر بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے امید نہیں تھی کہ امامہ کو اتنا اچھا رشتہ بھی مل سکتا ہے۔ آپ اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مجھے حیرت ہے آپ نے اسے کیسے پسند کر لیا۔ حالانکہ اس میں کوئی بات نہیں کہ آپ جیسا شخص اس سے شادی کرتا۔"

وہ تفاخر سے بولی۔ وہ اس کی تعریفوں کے پل باندھ رہی تھی۔ اور وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ ہلکی سی مسکراہٹ اس کے گالوں پر بکھر جاتی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ جن میں امامہ کی برائیاں زیادہ شامل تھیں۔ وہ بھی مردوں کی اسی قسم سے تعلق رکھتا تھا، جو اپنی بیوی کی تذلیل پر دوسروں سے داد وصول کر کے خود کو فاتح محسوس کرتے ہیں۔

دنیزہ کے گھر کے باہر پہنچ کر التمش نے اچانک بریک لگایا۔ گاڑی کے زوردار جھٹکے سے اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرانے ہی والا تھا کہ التمش نے برق رفتاری سے اپنا بازو اس کے آگے کر کے اسے بچا لیا۔ وہ اس کو دیکھنے لگی۔ التمش اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اس کی جانب بڑھا۔

"امامہ بہت خوش قسمت ہے! جو اسے آپ جیسا لونگ، کیرنگ اور شاندار شوہر ملا ہے۔" اس کے دروازہ کھولنے پر وہ رشک سے بولی تھی۔ وہ مبہم مسکرا دیا۔

☆☆☆

آج موسم کافی خوش گوار تھا، فضا میں موجود خنکی بتا رہی تھی کہ تپتی گرمی اب اپنے اختتام کو ہے۔ التمش کی سفارش کی وجہ سے اس کی نوکری لگ چکی تھی۔ دنیزہ کے بدلتے تیور دیکھ کر وہ مجبوراً التمش کا احسان لے چکا تھا۔

آج اتفاق کی بات تھی۔ حسن، رمشا اور عمار (اس کا چھوٹا بھائی) عمرے کے لیے جا رہے تھے۔ عزیز کو بھی آفس کی طرف سے شہر سے باہر جانا پڑ رہا تھا۔ امامہ، التمش، دنیزہ اور ان کے خاندان کے چند افراد انہیں ایئرپورٹ چھوڑنے آئے تھے۔

التمش دنیزہ سے بات کر رہا تھا۔ کیونکہ دنیزہ کو بظاہر مجبوراً ان کے گھر رکنا پڑ رہا تھا جبکہ اس سے وہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

بہت خوش تھی۔ ان کو ائیر پورٹ چھوڑنے کے بعد، واپسی پر امامہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے لگی جب ونیزہ اس سے پہلے ہی دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ امامہ کے قدم لمحہ بھر کو لڑکھڑائے۔ پھر مجبوراً اسے پیچھے بیٹھنا پڑا۔

کچھ تو تھا جو بدل چکا تھا۔ وہ پچھلے ماہ سے نوٹس کر رہی تھی، ونیزہ کے اس کے گھر کے چکر کچھ زیادہ ہی لگنے لگے تھے۔ وہ بھی اس وقت جب التمش گھر پر ہوتا تھا۔ اس کے سامنے وہ امامہ کو نیچا دکھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتی۔ کبھی اس کے کپڑوں پر تنقید کرتی، اسے کتوں کا مینڈک کہتی، کبھی اسے 'آؤٹ لینڈ' کہہ کر پکارتی۔ التمش ان باتوں پر ٹوکنے کے بجائے ونیزہ کی تائید میں مسکراتا، جیسے وہ ان سب سے محظوظ ہو رہا ہو۔

☆☆☆

رات کا وقت تھا، وہ باہر نظریں جمائے بیٹھی تھی جہاں سوئمنگ پول کے پاس کھڑے التمش اور ونیزہ باتیں کر رہے تھے۔ پتا نہیں وہ کون سی ایسی باتیں کر رہے تھے کہ ان کے قہقہے تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ وہ افسردگی سے اسے انہیں دیکھنے لگی۔ کوئی کسی کے گھر کو آگ لگا کر کیسے خوش رہ سکتا ہے۔ اس نے خود سے استفسار کیا۔ ونیزہ اپنی کم ظرفی کا ثبوت دیتے التمش کے کانوں میں وہ زہر گھول دیا تھا، جس کی تپش اب امامہ کو جلا رہی تھی۔ اس نے عزیر کے بارے میں اسے سب بتا دیا تھا۔

مرد چاہے جیسا بھی ہو۔ گھاٹ گھاٹ کر پانی پینے والا ہوں۔ لیکن بیوی اس کو ہمیشہ ایسی چاہیے، جس کے دل پر پہلی دستک دینے والا وہ ہی ہو۔ پھر وہ التمش درانی جیسا مرد ہو۔ کم ظرف، خود پسند، دوسروں کو ذلیل کر کے اپنی تسکین کرنے والا۔

"تمہارا کوئی کردار بھی ہے۔" وہ اس پر کیچڑ اچھال رہا تھا، بار بار اس کے کردار کو نشانہ بنا رہا تھا۔

"میں الو کا پٹھا ملا تھا۔ تمہیں بیوقوف بنانے کو۔" وہ غصے سے بپھرا ہوا تھا۔ اس نے گل دان اٹھا کر سامنے شیشے پر دے مارا۔ آئینہ ایک زوردار دھماکے سے ٹوٹا اور کانچ کی ہزاروں کرچیاں امامہ کے ننگے پیروں کے گرد بکھر گئیں۔ کمرے کے اندر کا منظر اب میدانِ جنگ بن چکا تھا۔

امامہ کا جی چاہا کہ وہ چلا کر کہے، "اور تمہارا کیا؟ ان بے شمار عورتوں کا کیا، جن کا تذکرہ تم نے خود شادی کی پہلی رات بڑے فخر سے کیا تھا؟ میں نے تو تمہارا ماضی نہیں پوچھا، میں نے تو پھر ایک محبت کی تھی، ایک یک طرفہ محبت۔ جس کا تم اتنا تماشا بنا رہے ہو۔"

اور خدا شاہد تھا۔ شادی کے بعد اس نے ایک دفعہ عزیر کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ وہ مان چکی تھی وہ اس کا شہزادہ نہیں تھا۔ اس کی باتیں اس کو تکلیف و اذیت سے دوچار کر رہی تھی۔

"میں التمش درانی! جس نے آج تک اتنی لڑکیوں کو ٹھکرایا۔ اور اب ایک ٹھکرائی اور برتی ہوئی عورت میرے حصے میں آئی ہے۔"

مغلظات کا ایک طوفان اس کے منہ سے برآمد ہو رہا تھا۔ اس کو کچوکے لگا رہا تھا۔ اس کی نظروں میں اب امامہ کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ اس کے ذہن میں تو اب کچھ اور ہی چل رہا تھا۔

اگلے دن جب امامہ نے ونیزہ سے پوچھا، تب وہ چہرے پر پریشانی سجائے بولی تھی "بات سے بات چل پڑی تو میرے منہ سے نکل گیا۔" وہ اس کے لیے شرمندہ تھی، جو کہ اس کے چہرے پر ڈھونڈے سے نہیں مل رہی تھی۔ وہ استہزائیہ مسکرا دی۔ وہ اسے اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ اس کی ہر رمز سے واقف تھی۔

☆☆☆

التمش کے تیور اور انداز نے سب بتا دیا تھا وہ اتنی بے وقوف نہ تھی۔ اسے اب اس گھر میں ایک پل نہیں رہنا تھا۔ اسے التمش درانی سے اب کوئی رشتہ، کوئی واسطہ نہیں رکھنا تھا۔ اس سے پہلے کہ التمش اسے ذلیل کر کے گھر سے نکالتا، اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ خود اس قفس کو چھوڑ دے گی۔ وہ اپنا سامان سمیٹنے کی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

نیت سے اپنے کمرے میں آئی۔ وہی کمرہ، جہاں سے رات التمش اسے دھتکار کر نکال چکا تھا۔

وہ سیدھی ڈریسنگ روم میں جا گھسی، جو اپنی وسعت اور آرائش میں بذاتِ خود ایک گھر معلوم ہوتا تھا۔ امیروں کے شوشکے۔ امّاں نے منہ بسورا۔ ایک لمحے کو اس کا جی چاہا کہ التمش کی ہر چیز تہس نہس کر دے، ان پرتعیش اشیاء کو توڑ ڈالے اور اس کے اہم ڈاکیومنٹ ادھر ادھر کر دے۔ وہ جھٹکے سے الماری کھول کر اپنے کپڑے نکالنے لگی۔ زیورات کے نام پر اس کے پاس بہت کچھ تھا۔ مگر آج اسے ان کی چمک میں صرف التمش کی دی ہوئی اذیتیں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے ایک نگاہ ان زیورات پر ڈالی اور پھر نفرت سے رخ موڑ لیا۔ وہ اپنے ساتھ التمش کی دی ہوئی کوئی بھی 'خیرات' نہیں لے جانا چاہتی تھی۔ وہ یہاں سے ویسے ہی نکلنا چاہتی تھی جیسے آئی تھی۔۔۔ خالی ہاتھ مگر اپنی عزتِ نفس کے ساتھ۔

زیور کے نام پر اس کے پاس صرف مہر ماہ کی کچھ جیولری تھی جن میں چند انگوٹھیاں، جھمکے اور بالیاں تھیں۔ جنہیں وہ اکثر گھر میں پہنے رکھتی تھی۔ جنہیں التمش ہمیشہ 'آؤٹ ڈیٹڈ' کہہ کر اس کا مذاق اڑاتا تھا۔ اس کے اتنا کہنے کے باوجود وہ انہیں اتارنے پر راضی نہیں ہوئی تھی۔ تو اس نے زبردستی اس سے لے کر اپنے لاکر میں رکھ دی۔

"امامہ یہ بالیاں بہت آؤٹ آف فیشن ہیں۔" وہ دونوں کسی تقریب میں شرکت کرنے گئے تھے۔

جب وہاں ایک عورت اس سے کہا تھا۔

"اوہو ماما! آپ تو ہر چیز پر تنقید کرنے لگتی ہیں۔ آج کل ایتھنک چیزوں کا ٹرینڈ ہے۔" پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ "آپ ماما کی بات کا برا مت مانیے گا۔ ایکچولی انہیں آج کل کے ٹرینڈ کا کیا پتا۔ ہائے داوے! یہ آپ پر بہت سوٹ کر رہی ہیں۔" التمش بھی وہی اس کے ساتھ موجود تھا اور اپنی رنجیدہ انگارہ آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔ وہ دونوں ماں بیٹی وہاں سے چلی گئی تھیں۔

"تم کبھی نہیں بدل سکتیں۔ تمہیں کتنی بار کہا ہے اپنے آپ کو گروم کروں۔ اگر تمہیں ایسا ہی رہنا تھا تو اپنے جیسے لوئر مڈل کلاس لڑکے سے شادی کرتیں۔ تم التمش درانی کی بیوی ہو۔ ایٹ لیسٹ ایلیٹ کلاس میں موو کرنا سیکھ لو لیکن تم۔۔"

اپنی بات ادھوری چھوڑتا وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ بس تحیر زدہ تھی۔ وہ اس کے لہجے کی کاٹ کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔

امامہ نے غصے اور کپکپاتے ہاتھوں سے لاکر کے ڈیجیٹل پیڈ پر پاس ورڈ لگانے کی کوشش کی۔ دو بار ناکامی ہوئی تو وہ تلخی سے مسکرائی۔ وہ کتنا خود پسند تھا۔ یقیناً اس کا پاس ورڈ اس کے اپنے نام کے سوا کیا ہو سکتا تھا؟ اس نے 'انگریزی میں اس کا نام' ٹائپ کیا اور لاکر ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ کھل گیا۔

لاکر کے اوپر والے خانے میں سے زیور نکالا۔ وہ انہیں لے کر رکھنے والی تھی جب نظر نچلے خانے پر پڑی۔ اس نے کچھ فائلز نکالیں۔ کچھ اس کے بزنس کے متعلق تھی۔ اس کا حالیہ پروجیکٹ کے کاغذات پڑے ہوئے تھے۔ جب اچانک نظر ان سب کے نیچے پڑی ایک فائل پر پڑی۔ وہ التمش درانی کی میڈیکل ہسٹری تھی۔

امامہ نے حیرت اور تجسس کے عالم میں سلائیڈنگ ڈور بند کیا اور وہیں قریب پڑی ویٹنگ چیئر پر بیٹھ گئی۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے فائل کھولی تو ایک ہولناک سچائی اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ التمش درانی باپ بننے کی نعمت سے محروم تھا۔ وہ اسے دھوکا دے رہا تھا۔

"تم نے بھی تو اس سے جھوٹ بولا تھا۔" اس کے ضمیر نے اسے کٹہرے میں کھڑا کیا۔ "ہاں میں نے بولا تھا، کیونکہ یہ سچ جاننے کے بعد وہ مجھے اپنے طنز و نشتر کا شکار بناتا۔ ہائپو کہہ کے میری پہلے سے زخمی روح کو اور کچوکے لگاتا۔ مجھ میں مزید اس کی باتیں سننے کا حوصلہ نہیں ہے۔" وہ بڑبڑا رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اس نے ان رپورٹ میں لکھی تاریخ دیکھی، وہ ان کی شادی سے پہلے کی تھی۔ یعنی وہ جانتا تھا کہ وہ کبھی باپ نہیں بن سکتا۔ پھر بھی اس نے شادی کی۔

اس نے اپنے اعصاب پر قابو پایا۔ کچھ دیر بعد وہ تھوڑا نارمل ہوئی۔ وہ واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔ نظر بھٹکی وہاں سے سوئمنگ پول کی طرف گئی۔ التمش وہاں سے جا چکا تھا اور دنیزہ وہاں اکیلی کھڑی تھی۔

وہ فون پر مصروف تھی۔ وہ عزیر سے بات کر رہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان سب کچھ ٹھیک ہو چکا تھا۔

☆☆☆

وہ بستر پر کروٹیں بدل بدل کر تھک چکی تھی، مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ التمش تب سے باہر گیا، اب تک واپس نہیں لوٹا تھا۔ اس کا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا! اتنی بڑی اور ہولناک حقیقت جان کر وہ دنگ رہ گئی تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ کیا کرے۔ وہ التمش کی طرح کم ظرف نہیں تھی جو دوسروں کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتی یا انہیں بے عزت کرتی۔ التمش کو کم از کم اسے بتانا چاہیے تھا۔ پھر وہ خود ہی اپنی سوچ پر ہنسی۔ التمش اور اپنی کمزوری کسی کو بتاتا۔ وہ ابھی اپنی سوچوں کے تانے بانے ہی بن رہی تھی کہ کمرے میں پڑے لینڈ لائن فون کی گھنٹی اچانک بج اٹھی۔ اس نے بیزاری سے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ ادھر دنیزہ گیسٹ روم میں موجود اپنی ماں سے بات کر رہی تھی۔

"جس طرح تم اس کے ساتھ تعلقات بڑھا رہی تھیں، مجھے لگا تم اس میں انٹرسٹ لے رہی ہو۔" رمشا کی آواز سپیکر سے ابھری۔

"توبہ ہے ماما! آپ کو میرا دماغ خراب لگتا ہے جو میں اپنا بنا بنایا گھر خراب کروں؟" وہ خباثت سے ہنسی۔ "میں تو بس یہ چاہتی تھی کہ التمش کسی طرح امامہ کو چھوڑ دے، اور فائنلی وہی ہو رہا ہے جو میں چاہتی تھی۔ اگر میرے پاس یہ آسائشیں نہیں ہیں، تو میں اسے بھی ان آسائشوں میں رہنے نہیں دوں گی۔ نفرت ہے مجھے اس سے ایسے اس سے پہلے میں نے اس سے عزیر کو چھینا تھا، اب التمش کی باری ہے۔ التمش کی برین واشنگ میں اس حد تک کر چکی ہوں کہ وہ بہت جلد اسے طلاق دے کر گھر سے نکال دے گا۔"

گیسٹ روم کے ساتھ دو اور کمرے تھے۔ جن میں سے ایک میں امامہ تھی۔ ان تینوں کمروں میں ایک ہی لائن کی ایکسٹینشن لگی ہوئی تھی۔ ریسیور کان سے لگائے امامہ کے چہرے کی رنگت لمحوں میں متغیر ہو گئی۔ اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ تو دنیزہ نے وہ سب باتیں التمش کو جان بوجھ کر بتائی تھیں۔ وہ اس کی زندگی کو محض ایک کھیل سمجھ کر کھیل رہی تھی۔

"مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ التمش درانی کانوں کا اتنا کچا نکلے گا اور اتنی جلدی میری باتوں میں آ کر اسے چھوڑنے پر تیار ہو جائے گا۔" اس نے جیسے تشویش کا اظہار کیا تھا۔

"جب کسی کو اپنے پارٹنر کی دھوکے دہی کا پتا چلتا ہے نا، تو انسان ایسے ہی اندھا اور پاگل ہو جاتا ہے۔ تم مہر کو بھول گئیں؟" رمشا نے اسے ماضی کی ایک بھولی بسری یاد دلائی۔ "ویسے میری بیٹی بہت چالاک ہے۔" اس نے اسے داد دی۔

"آپ پر گئی ہوں۔" وہ اور بھی زہر اگل رہی تھی، جب اس کا ہاتھ لرزنے لگے اور اس نے مزید کچھ نہ سنا۔ ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

لوگ دیوانے ہیں بناوٹ کے
ہم اپنی سادگی لے کر کہاں جائیں؟

☆☆☆

التمش درانی اور امامہ کی شادی کی سالگرہ کی خوشی میں درانی مینشن کا وسیع و عریض لان اس وقت جگمگاتی روشنیوں میں نہایا ہوا تھا۔ سنہری قمقموں کی جگمگاہٹ اور مہنگی سجاوٹ ہر منظر کو خواب ناک بنا رہی تھی۔ ہر طرف رونق، نفاست اور شاہانہ اہتمام اپنی مثال آپ تھا۔ ملازم مستعدی سے ادھر ادھر بھاگ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

رہے تھے اور ویٹرز بڑی بڑی ٹرے اٹھائے معزز مہمانوں کی تواضع میں مصروف تھے۔ فضا میں مہنگے پرفیومز کا خمار رچا ہوا تھا۔

دور کھڑی وہ ونیزہ اور عزیر کو چبھتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اپنے ذہن میں چلتے مقصد کو حاصل کر کے لیے وہ بہت بڑی قربانی دے چکی تھی۔

اپنی عزت نفس کی قربانی۔

ذہن کے پردے پر کئی مناظر لہرائے۔ وہ التمش کے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھی اس سے معافی مانگ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اپنا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے اس کے سامنے گڑگڑا رہی تھی۔

"میں نے سوچا تھا، التمش اسے ڈرائیونس دے دے گا۔" وہ ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مگن دیکھ کر آگ بگولہ ہوئی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے چھری پکڑے کیک کاٹ رہے تھے۔

کیک کاٹنے کے بعد التمش نے مائیک سنبھالا۔ "لیڈیز اینڈ جینٹلمین! آپ سب کی آمد کا بہت شکریہ۔" اس نے اپنی عادت کے مطابق ایک لمبی چوڑی، خود پسندانہ تقریر کی جس میں اپنی کامیابیوں کا تذکرہ تھا۔ امامہ کے لبوں پر ایک مبہم مسکراہٹ تھی وہ سامنے کھڑے مہمانوں کو دیکھ رہی تھی۔ "شاید میں کچھ زیادہ ہی بول گیا ہوں۔ آپ لوگ پلیز ڈنر انجوائے کریں۔" التمش مسکرا کر اسٹیج سے نیچے اترا اور اپنے بزنس فرینڈز کی طرف بڑھ گیا۔

امامہ بھی اپنی ایلیٹ کلاس کی ایک نہایت متمول اور اثر و رسوخ رکھنے والی خاتون کے ساتھ چلتی ہوئی ونیزہ کی طرف بڑھی، جس کے چہرے پر حسد اور شکست کی پرچھائیاں صاف دیکھی جا سکتی تھیں۔ عزیر وہاں نہیں تھا۔

"یہ میری بہن ہے۔" امامہ نے نہایت دھیمے اور پروقار لہجے میں ان دونوں کا تعارف کروایا۔

"انٹرسٹنگ۔" سامنے والی نے ہونٹ سکیڑتے ہوئے دونوں پر ایک سرسری مگر جانچتی نظر ڈالی۔ "مائنڈ مت کرنا امامہ! مگر تم دونوں کی شکلیں بھی ایک دوسرے کی بہنیں نہیں لگتی ہو۔ تم دونوں کی شکلیں بھی ایک دوسرے سے نہیں ملتیں اور پھر کلاس بھی۔"

وہ بے جھجک ان دونوں کا تقابلی جائزہ لے رہی تھی۔

آج محفل میں امامہ مرکزِ نگاہ تھی۔ وہ سرخ رنگ کی ایک انتہائی نفیس ساڑھی پہنے ہوئے تھی، بالوں کا ایک سلیک بن بنا ہوا تھا جو اس کی گردن کی صراحی دار خوبصورتی کو نمایاں کر رہا تھا۔ گردن میں ہیروں کا ایک بیش قیمت نیکلس تھا جس کی آب و تاب آنکھوں کو چندھیا رہی تھی، اور بائیں ہاتھ کی انگلی میں وہ کیرٹ کا ہیرے کا سولیٹیئر الگ جگمگا رہا تھا۔ اس کے مقابلے میں ونیزہ نے بھی ایک مہنگا ڈیزائنر جوڑا پہن رکھا تھا، مگر امامہ کی اس بے پناہ چمک دمک اور شاہانہ انداز کے آگے وہ بالکل ماند پڑ رہی تھی۔

"یہ میری اسٹیپ مدر کی بیٹی ہے۔" اس کے چہرے پر چھائی تاریکی نے جیسے اسے اندر تک شاد کر دیا تھا۔ "اوہ۔" اس نے اوہ کو تھوڑا لمبا کھینچا۔

کھیل تو ونیزہ نے شروع کیا تھا اب اختتام تک اسے امامہ نے ہی پہنچانا تھا۔ اسے پتا چل گیا تھا کہ التمش کی بنائی بزنس ایمپائر میں سوراخ پیدا ہو چکے ہیں اور بات اب قرضوں میں جکڑے سکتے وجود تک ہے یہاں تک کہ ان کا یہ پرتعیش بنگلہ بھی قرضے کی بھینٹ چڑھ چکا ہے۔ یہ شاندار محفل اس نے نئے انویسٹرز کو گھیرنے کے لیے ہی سجائی تھی لیکن نتیجہ خاطر خواہ ہی رہا تھا۔

ونیزہ کی حاسدانہ فطرت نے اس پر سوچ کے کئی در وا کیے تھے جس پر اسے ڈٹ کر کام کرنا تھا اور وہ اپنے پلان کے مطابق ہی چل کر اسے شکست دینا چاہتی تھی۔

☆☆☆

امامہ اسے شہر کے ایک مہنگے اور معروف شاپنگ مال میں لے کر آئی تھی۔ ونیزہ اپنی سلگتی ہوئی آنکھوں سے دیکھ سکتی تھی کہ امامہ جس دکان میں بھی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

قدم رکھتی، وہاں کا سیلز اسٹاف اس کے آگے پیچھے پھرتا اور اس کی خوب آؤ بھگت کرتا، کیونکہ اس کے ساتھ التمش درانی کا نام جڑا تھا۔

وہ اس کے شاہانہ رعب کے سامنے خود کو بہت معمولی اور بے حیثیت محسوس کر رہی تھی۔ امامہ نے کتنی ہی مہنگی چیزیں اسے خرید کر دیں اور پھر بڑا احسان جتاتے ہوئے بولی۔

"تمہاری تو یہ سب چیزیں خریدنے کی حیثیت نہیں ہے، اس لیے چلو میں ہی تمہیں دلا دیتی ہوں، آخر بہن ہو میری۔" اس کے لہجے میں چھپے طنز کو اس نے بمشکل ہضم کیا تھا۔ "اللہ کا شکر ہے تم نے عزیر سے محبت اور شادی کر لی۔ ورنہ میں ایسی زندگی تو خوابوں میں ہی گزار سکتی تھی۔"

امامہ جان بوجھ کر دنیزہ کے سامنے التمش کی اتنی تعریفیں کرتی کہ التمش نے اسے یہ دلایا، وہ دلایا، التمش اس کا کتنا خیال رکھتا ہے۔ وہ عزیر اور اپنے مڈل کلاس لائف اسٹائل سے متنفر ہونے لگی تھی۔

التمش اسے جیسا دیکھنا چاہتا تھا، وہ بالکل ویسے ہی بن گئی تھی۔ وہ اس سے بہت خوش تھا۔ اب تو دنیزہ جب بھی التمش کے سامنے اسے نیچا دکھانے یا اس کے ماضی کو اچھالنے کی کوشش کرتی، تو اول تو امامہ خود اتنے باوقار طریقے سے اس سے نپٹ لیتی کہ دنیزہ لاجواب ہو جاتی، اور اگر کبھی امامہ مصلحتاً خاموش بھی رہتی، تو التمش خود دنیزہ کو ٹوک کر امامہ کو سپورٹ کر دیتا تھا۔

وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھی جلتی نگاہوں سے ایک دوسرے کو گھور رہی تھی۔ "میں التمش کو تم سے چھین لوں گی۔ جس دولت پر تم اتنا اترا رہی ہو، بہت جلدی تم سے یہ سب کچھ چھین لوں گی۔" وہ جس آگ میں جل رہی تھی، وہ اس آگ میں امامہ کو جلانا چاہتی تھی۔

اور امامہ وہ بس دنیزہ کو حسد کی آگ میں جلتا دیکھ کر ہی کیا ابھی کچھ باقی ہے۔

☆☆☆

چند مہینوں بعد دنیزہ عزیز کے سامنے شکوؤں سے پر دامن لیے کھڑی تھی۔

"آئی ایم سوری عزیر! لیکن مجھے یہ کنویں کے مینڈک جیسی زندگی نہیں جینی۔ تم مجھے کچھ نہیں دے سکتے۔

میں نے تم سے کبھی محبت نہیں کی۔ بس امامہ کی ضد میں، میں تمہارے قریب آئی۔ تم سے شادی کی۔"

عزیز دنیزہ سے طلاق کا مطالبہ سن کر دنگ رہ گیا اور اپنی عزت نفس کو کچل کہا کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔ دنیزہ نے اس سے محبت نہیں کی تھی۔ اس نے تو کی تھی۔ اور پھر ان کے بچے۔ وہ امامہ کو سفر کرتا دیکھ چکا تھا وہ نہیں چاہتا تھا اس کے بچے بھی ایسے حالات سے گزریں، سر پر ماں نہ ہو تو زندگی بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔ دنیا آپ کو اپنی ٹھوکروں پر رکھنے لگتی ہے۔

"تم مجھے خود ڈائیورس دو گے یا میں تم سے خلع لے لوں؟" اسے اپنی جانب تکتا پا کر دنیزہ نے بے ساختہ نظریں چرائی۔

اور التمش! وہ بھی ایک روایتی مرد تھا جو دنیزہ کی اداؤں کے سحر میں جکڑ چکا تھا۔

☆☆☆

پانچ سال بعد

مارچ کی صبح بہت شفاف اور معطر تھی۔ شہر میں بہار اپنے پورے جوبن پر تھی۔ سڑکوں کے کنارے کھلے املتاس کے پیلے پھول کسی سنہری خواب کی طرح لگ رہے تھے۔ اس پرانے گھر کی، دیواروں پر لگی بیلیں اب نئے پھولوں سے لد چکی تھیں۔ اس گھر کی نئی مالکن نے بڑے فخر سے لان میں کھڑے شگوفوں کو دیکھا اور مسکرائی۔ کئی سالوں کی طویل اور بے ثمر خزاں کے بعد، اس کی زندگی میں بہار کی ہوا چلی تھی۔ درختوں پر پھوٹتی کونپلیں اور ان پر مہکتے پھول اسے بتا رہے تھے کہ زخم بھر چکے ہیں۔

وہ لان میں بچھی بوگن ویلیا کی بیلوں پر نظریں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

جمائے بیٹھی تھی، جن پر لدے شوخ گلابی اور گہرے اودے رنگ کے پھولوں نے پوری دیوار کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

"ماما!" پیچھے سے زین کی آواز سن کر اس نے رخ موڑا۔ وہ اس کے پاس چلتا ہوا آرہا تھا۔ ہاتھ میں موبائل تھا۔

"آپ کی کال آرہی تھی۔"

امامہ نے اسے اپنی گود میں بٹھایا۔

"جی ماما کی جان کس کی کال ہے۔" وہ اس کے گال پر بوسہ دینے لگی۔ "پتہ نہیں نام نہیں لکھا ہوا تھا۔" وہ بھی اس کے گال پر پیار کرنے لگا۔

"اچھا اب جا کر بابا اور بھائی کو اٹھاؤ۔ میں فون سن کر آتی ہوں۔" لہجے میں حلاوت گھلی ہوئی تھی۔ اس نے اسے اپنی گود سے اتارا اور پھر وہ موبائل کی طرف متوجہ ہوگئی۔

☆☆☆

وہ دونوں ریسٹورنٹ میں ایک دوسرے کے بالکل آمنے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں۔ آج دنیزہ بھی امامہ کی طرح بہت عام لگ رہی تھی۔ لیکن کچھ تو تھا جو امامہ کو اس سے ممتاز کر رہا تھا۔ شاید اس کے چہرے کی شادابی، یا اس کی مسکراہٹ جو اس کے لبوں پر کھلی ہوئی تھی۔ یا پھر وہ سکون جو دل کے مطمئن ہونے سے چہرے پر اتر آتا ہے۔ جبکہ دنیزہ کے چہرے پر تھکن، بے چینی اور شکست کے سائے نمایاں تھے۔

"تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے، امامہ!"

دنیزہ نے اپنے لرزتے ہاتھوں کو بھینچتے ہوئے دھیمے سے کہا۔

"الہش بالکل ویسا نہیں ہے جیسا تم اسے میرے سامنے پیش کرتی رہی ہو۔ تم نے جان بوجھ کر مجھے اس اندھے کنوئیں میں دھکیلا تم میرا بسا گھر برباد کرنا چاہتی تھیں کیونکہ تمہیں مجھ سے بدلہ لینا تھا۔"

بالآخر وہ اس کا پلان سمجھ چکی تھی لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ بازی اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ امامہ کو جیسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا، وہ پرسکون انداز میں بیٹھی کافی کے گھونٹ بھر رہی تھی۔

"تم جانتی تھیں الہش کبھی باپ نہیں بن سکتا۔ تم جانتی تھیں کہ وہ دیوالیہ کے قریب ہے پھوٹی کوڑی نہیں ہے اس کے پاس، تم نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا۔" وہ رو رہی تھی۔

اس نے کافی کا مگ میز پر رکھا، کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور دنیزہ کی سلگتی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پرسکون انداز میں بولی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا، دنیزہ! میں نے تو صرف دانہ ڈال کر جال بچھایا تھا، تم اپنے حسد کی وجہ سے خود اس جال میں آ کر پھنس گئیں۔ تم نے ہمیشہ میری اچھائی کا فائدہ اٹھایا۔" بچپن سے لے کر کتنے واقعات اس کے ذہن میں ابھرے۔

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول

دستکِ کوزہ گر

فوزیہ یاسمین



Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"تم میرا گھر برباد کرنا چاہتی تھیں۔ میں نہیں۔ میں نے تو بس تمہاری بھائی بساط کو الٹا تھا۔ تمہارا حسد تمہیں یہاں تک لے کر آیا ہے۔ تو مجھے قصوروار ٹھہرانے کے بجائے اپنے نفس کو ٹھہراؤ۔ جس کی وجہ سے آتش نام کا عذاب تم جھیل رہی ہوں۔" اس نے بھنویں سکیڑیں۔

"میں عزیر کو سب بتا دوں گی۔ کیسے تم نے میرے۔"

"کیسے میں نے تمہارے لالچ کا فائدہ اٹھایا۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولی تھی۔

"عزیر اب میرا شوہر ہے۔ اس کی نظر میں تمہاری دو کوڑی کی بھی اوقات نہیں۔ اس لیے تم اس سے رابطہ کرنے کا سوچنا بھی مت اور اگر تمہیں کسی قسم کی کوئی خوش فہمی ہے کہ وہ اب تم سے بات بھی کرے گا وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔"

تب ہی امامہ کا فون بجا۔ عزیر کی کال تھی۔ اس نے فون اٹھا کر اسپیکر پر کیا۔

عزیر کی سلام کی کھنکھناتی آواز گونجی۔ وہ آفس میں تھا اور اس کا لنچ بریک تھی۔ وہ اس سے کھانے کا پوچھ رہا تھا۔ وہ اسے آج رات باہر ڈنر کرنے کا کہہ رہا تھا۔ اس کی آواز کی بشاشت سے پتا چل رہا تھا وہ کتنا خوش تھا۔ دل جل بھن کر سیاہ ہوا تھا۔

وہ اپنی جنت اپنے ہاتھوں کسی اور کو سونپ چکی تھی۔

دوسری طرف، اپنے آفس کے کیبن میں بیٹھا عزیر بھی یہی سوچ رہا تھا کہ اگر اس نے اپنی ماں کی بات نہ مانی ہوتی، تو زندگی کبھی اتنی حسین نہ ہوتی۔ دو سال پہلے امامہ سے شادی کرتے وقت وہ کتنے ہی خدشات کا شکار تھا کہ پتا نہیں امامہ اس کے بچوں کو قبول کرے گی یا نہیں، ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے گی؟ لیکن امامہ کی بے لوث محبت دیکھ کر اس کے تمام اندیشے ختم ہو چکے تھے۔

امامہ نے اپنا بیگ اٹھا کر اس میں سے پیسے نکالے۔

"یہ میرے شکے کے۔ تم اپنے شکے کے خود پے کر دینا۔ وہ کیا ہے نا، میرا شوہر فضول خرچی پسند نہیں کرتا اور نہ ہی میں۔" اس نے پیسے میز پر رکھے اور چل دی۔ ابھی اس نے دو تین قدم ہی اٹھائے تھے کہ وہ واپس مڑی۔

"تم نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ میں کوئی سنڈریلا نہیں ہوں اور مجھے میرا شہزادہ لینے نہیں آئے گا۔ میں پہلے واقعی بہت بے وقوف تھی وینزہ، جو خود کو سنڈریلا سمجھتی تھی اور اپنی ماں اور بہن کے ظلم سے چھٹکارا پانے کے لیے، کسی شہزادے کا انتظار کرتی رہی۔ تم نے ٹھیک کہا تھا، مجھے میرا شہزادہ لینے نہیں آیا۔" اس کے لہجہ میں خود پہ خود سرد مہری در آئی۔

"لیکن پھر میں سمجھ گئی ہر لڑکی سنڈریلا نہیں ہوتی۔ ضروری نہیں ہر شہزادی کو بچانے کے لیے شہزادہ آئے۔ کبھی کبھار انسان کو اپنا مسیحا خود بننا پڑتا ہے۔ اور کبھی تمہارے جیسے لوگ مسیحا بن کر آ جاتے ہیں۔" وہ استہزائیہ ہنسی۔

"شکریہ میرا مسیحا بننے کے لیے۔" وہ مسکرا کر کہتی ہوئی چلی گئی۔ اور وینزہ ریسٹورنٹ کی اس کرسی پر اکیلی، گونگی اور بہری بنی بیٹھی رہ گئی۔ وہ خود کو حالاک سمجھنے والی، امامہ کی بساط کا صرف ایک مہرہ تھی۔ امامہ کے پاس سب کچھ تھا۔ ایک محبت کرنے والا شوہر، دو پیارے سے بیٹے جو اس سے اپنی سگی ماں سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے۔ ایک مکمل خاندان اس کے پاس تھا۔

اور وہ بالکل تہی دامن رہ چکی تھی۔ اپنی اندھی خواہشات اور حسد کی بھینٹ چڑھنے والے اکثر آخر میں ایسے ہی خالی دامن رہ جاتے ہیں۔

☆☆

novelsjahan.com

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner